قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 3 ستمبر 2022ء | 6 صفر 1444 ہجری قمری | 3 تبوک 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:187

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا

(التحریم:7)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک احمدی سے توقع رکھی ہے کہ ہر قسم کے جھوٹ، زنا، بدنظری، لڑائی جھگڑا، ظلم، خیانت، فساد، بغاوت سے ہر صورت میں بچنا ہے۔ ہر وقت اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ میں ان برائیوں سے بچ رہا ہوں؟ بعض لوگ ان باتوں کو چھوٹی اور معمولی چیز سمجھتے ہیں۔ اپنے کاروبار میں، اپنے معاملات میں جھوٹ بول جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک جھوٹ بھی معمولی چیز ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی شرک کے برابر ٹھہرایا ہے۔ زنا ہے، بدنظری وغیرہ ہے۔ یہ برائیاں آج کل میڈیا کی وجہ سے عام ہوگئی ہیں۔ گھروں میں ٹیلی وژن کے ذریعہ یا انٹرنیٹ کے ذریعہ سے ایسی ایسی بیہودہ اور لچر فلمیں اور پروگرام وغیرہ دکھائے جاتے ہیں جو انسان کو برائیوں میں دھکیل دیتے ہیں۔ خاص طور پر نوجوان لڑکے لڑکیاں بعض احمدی گھرانوں میں بھی اس برائی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پہلے تو روشن خیالی کے نام پر ان فلموں کو دیکھا جاتا ہے۔ پھر بعض بدقسمت گھر عملاً ان برائیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ تو یہ جو زنا ہے یہ دماغ کا اور آنکھ کا زنا بھی ہوتا ہے اور پھر یہی زنا بڑھتے بڑھتے حقیقی برائیوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ماں باپ شروع میں احتیاط نہیں کرتے اور جب پانی سر سے اونچا ہو جاتا ہے تو پھر افسوس کرتے اور روتے ہیں کہ ہماری نسل بگڑ گئی، ہماری اولادیں برباد ہوگئی ہیں۔ اس لئے چاہئے کہ پہلے نظر رکھیں۔ بیہودہ پروگراموں کے دوران بچوں کو ٹی وی کے سامنے نہ بیٹھنے دیں اور انٹرنیٹ پر بھی نظر رکھیں۔

بعض ماں باپ زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہیں۔ جماعتی نظام کا کام ہے کہ ان کو اس بارے میں آگاہ کریں۔ اسی طرح انصار اللہ ہے، لجنہ ہے، خدام الاحمدیہ ہے یہ تنظیمیں اپنی اپنی تنظیموں کے ماتحت بھی ان برائیوں سے بچنے کے پروگرام بنائیں۔ نوجوان لڑکوں لڑکیوں کو جماعتی نظام سے اس طرح جوڑیں، اپنی تنظیموں کے ساتھ اس طرح جوڑیں کہ دین ان کو ہمیشہ مقدم رہے اور اس بارے میں ماں باپ کو بھی جماعتی نظام سے یا ذیلی تنظیموں سے بھرپور تعاون کرنا چاہئے۔

(خطبہ جمعہ 23 اپریل 2010ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- کبھی تو اس سے ملاقات ہوگی جلسے پر (منظوم)
- ’’واقفین نو کو اپنے اندر اسماعیلی صفات پیدا کرنی ہوں گی‘‘
- ’’اپنے جائزے لیں‘‘
- صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
- جماعت احمدیہ کا نظام خلافت
- پرانی یادوں کے آنگن میں
- سو سال قبل کا الفضل

فرمانِ رسولؐ

سیدنا حضرت رسول کریم ﷺ تشہد میں یہ دعا بھی پڑھا کرتے تھے:

’’اے اللہ! ہمارے دلوں میں محبت پیدا کر دے۔ ہماری اصلاح کر دے اور ہمیں سلامتی کی راہوں پر چلا۔ اور ہمیں اندھیروں سے نجات دے کر نور کی طرف لے جا۔ اور ہمیں ظاہری و باطنی فواحش سے بچا۔ اور ہمارے لئے ہمارے کانوں میں، ہماری آنکھوں میں، ہماری بیویوں میں اور ہماری اولادوں میں برکت رکھ دے اور ہم پر رجوع برحمت ہو۔ یقیناً تُو ہی توبہ قبول کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اور ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر کرنے والا اور ان کا ذکر خیر کرنے والا اور ان کو قبول کرنے والا بنا اور اے اللہ! ہم پر نعمتیں مکمل فرما۔‘‘

(سنن ابو داؤد کتاب الصلاۃ باب التشہد حدیث 969)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

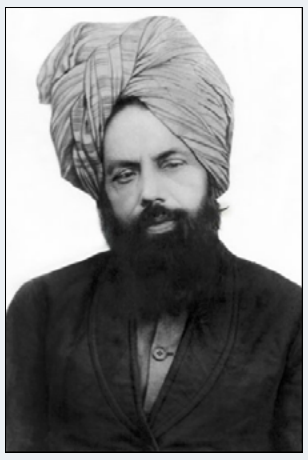

لغو کاموں کو خدا کی خاطر چھوڑنے کی تاکید

دوسرا کام مومن کا یعنی وہ کام جس سے دوسرے مرتبہ تک قوت ایمانی پہنچتی ہے اور پہلے کی نسبت ایمان کچھ قوی ہو جاتا ہے، عقلِ سلیم کے نزدیک یہ ہے کہ مومن اپنے دل کو جو خشوع کے مرتبہ تک پہنچ چکا ہے لغو خیالات اور لغو شغلوں سے پاک کرے۔ کیونکہ جب تک مومن یہ ادنیٰ قوت حاصل نہ کرلے کہ خدا کے لئے لغو باتوں اور لغو کاموں کو ترک کر سکے جو کچھ بھی مشکل نہیں اور صرف گناہ بے لذت ہے اس وقت تک یہ طمع خام ہے کہ مومن ایسے کاموں سے دستبردار ہو سکے جن سے دستبردار ہونا نفس پر بہت بھاری ہے اور جن کے ارتکاب میں نفس کو کوئی فائدہ یا لذت ہے۔ پس اس سے ثابت ہے کہ پہلے درجے کے بعد کہ ترک تکبر ہے دوسرا درجہ ترک لغویات ہے۔ اور اس درجہ پر وعدہ جو لفظ اَفۡلَحَ سے کیا گیا ہے یعنی فوزِ مرام اس طرح پر پورا ہوتا ہے کہ مومن کا تعلق جب لغو کاموں اور لغو شغلوں سے ٹوٹ جاتا ہے تو ایک خفیف سا تعلق خدا تعالیٰ سے اس کو ہو جاتا ہے اور قوت ایمانی بھی پہلے سے زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ اور خفیف تعلق اس لئے ہم نے کہا کہ لغویات سے تعلق بھی خفیف ہی ہوتا ہے پس خفیف تعلق چھوڑنے سے خفیف تعلق ہی ملتا ہے۔

پھر تیسرا کام مومن کا جس سے تیسرے درجے تک قوتِ ایمانی پہنچ جاتی ہے عقل سلیم کے نزدیک یہ ہے کہ وہ صرف لغو کاموں اور لغو باتوں کو ہی خدا تعالیٰ کے لئے نہیں چھوڑتا بلکہ اپنا عزیز مال بھی خدا تعالیٰ کے لئے چھوڑتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ لغو کاموں کے چھوڑنے کی نسبت مال کا چھوڑنا نفس پر زیادہ بھاری ہے کیونکہ وہ محنت سے کمایا ہوا اور ایک کارآمد چیز ہوتی ہے۔ جس پر خوش زندگی اور آرام کا مدار ہے اس لئے مال کا خدا کے لئے چھوڑنا بہ نسبت لغو کاموں کے چھوڑنے کے قوتِ ایمانی کو زیادہ چاہتا ہے اور لفظ اَفۡلَحَ کا جو آیات میں وعدہ ہے اس کے اس جگہ یہ معنی ہوں گے کہ دوسرے درجہ کی نسبت اس مرتبہ میں قوت ایمانی اور تعلق بھی خدا تعالیٰ سے زیادہ ہو جاتی ہے اور نفس کی پاکیزگی اس سے پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ اپنے ہاتھ سے اپنا محنت سے کمایا ہوا مال محض خدا کے خوف سے نکالنا بجز نفس کی پاکیزگی کے ممکن نہیں۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 230-231)

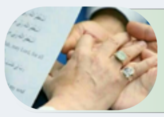

دربارِ خلافت

وہ بات کہو جو سب سے اچھی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

وَقُلۡ لِّعِبَادِیۡ یَقُوۡلُوا الَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ یَنۡزَغُ بَیۡنَهُمۡ ؕ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ کَانَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوًّا مُّبِیۡنًا ﴿۵۳﴾

(بنی اسرائیل: 54)

اس آیت کا ترجمہ ہے کہ: اور تُو میرے بندوں سے کہہ دے کہ ایسی بات کیا کریں جو سب سے اچھی ہو۔ یقیناً شیطان ان کے درمیان فساد ڈالتا ہے۔ شیطان بے شک انسان کا کھلا کھلا دشمن ہے۔

جیسا کہ آپ نے ترجمہ سے سن لیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ پیغام دیا ہے کہ وہ بات کہو جو سب سے اچھی ہے۔ پہلی بات یہ ہے۔ اور اچھی بات وہی ہے جو خدا تعالیٰ کے نزدیک اچھی ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ’’عِبَادِیۡ‘‘ کا لفظ استعمال کیا ہے کہ ’’میرے بندے۔‘‘ ہمیں اس بات کا پابند کر دیا کہ جو میرے بندے ہیں یا میرے بندے بننے کی تلاش میں ہیں ان کی اب اپنی مرضی نہیں رہی۔ ان کو اپنی مرضی چھوڑ کر میری مرضی کی تلاش کرنی چاہئے۔ اور اچھائیوں اور ان اچھی باتوں کی تلاش کرنی چاہئے جو مجھے یعنی خدا تعالیٰ کو پسند ہیں۔ اس کی مزید وضاحت اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں یوں فرمائی ہے کہ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ؕ اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لِیۡ وَلۡیُؤۡمِنُوۡا بِیۡ لَعَلَّهُمۡ یَرۡشُدُوۡنَ (البقرہ: 187) اور اے رسول! جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو کہہ میں ان کے پاس ہی ہوں۔ جب دعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔ سو چاہئے کہ دعا کرنے والے بھی میرے حکم کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا ہدایت پا جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ’’عِبَادِیۡ‘‘ یعنی میرے بندے کی یوں وضاحت فرمائی ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور رسول پر ایمان لائے ہیں۔ وہی عِبَادِیۡ میں شامل ہیں اور عِبَادِیۡ میں شامل ہونے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے قریب ہیں۔ اور وہ جو ایمان نہیں لاتے خدا تعالیٰ سے دور ہیں۔‘‘

(ماخوذ از جنگ مقدس، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 146)

پس سچا عِبَادِیۡ بننے کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے ہر حکم کو مانیں۔ اپنے ایمانوں کو مضبوط کریں۔ اور جب یہ کیفیت ہو گی تو ہر قسم کی بھلائیوں کو حاصل کرنے والے بن جائیں گے۔ دعائیں قبول ہوں گی۔ پس جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے وہی بات کریں، کہا بھی کریں اور کیا بھی کریں جو خدا تعالیٰ کو اچھی لگتی ہے تو پھر لازماً اپنے ایمان کو بڑھانا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کے حکموں کی تلاش کرنی ہو گی۔ اپنے عمل اس طرح ڈھالنے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں اچھے اور احسن ہیں اور خوبصورت ہیں۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ہم عمل تو کچھ کر رہے ہوں اور باتیں کچھ اور ہوں۔ ہمارے عمل تو اللہ تعالیٰ کے حکموں کے خلاف ہوں لیکن دوسروں کو اُس کے مطابق جو اللہ اور رسول کے حکم ہیں ہم نصیحت کر رہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے قول و فعل کے تضاد کو گناہ قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ (الصّف: 3) کہ اے مومنو! تم وہ باتیں کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں۔ کَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰهِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ (الصّف: 4) کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔ پس قول و فعل کا تضاد اللہ تعالیٰ کو انتہائی ناپسند ہے بلکہ گناہ ہے۔ ایک طرف ایمان کا دعویٰ اور دوسری طرف دو رنگی یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

(خطبہ جمعہ 18/ اکتوبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

دعا کا تحفہ

اعمال کی قدردانی کے متعلق دعا

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بھی نماز کے بعد یا مجلس سے اٹھتے ہوئے یہ آیات پڑھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے اعمال کا وزن کرتے وقت کھلا اور وافر وزن عطا کرے گا۔ (تفسیر الدر المنثور للسیوطی جلد 4 صفحہ 295)

سُبۡحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الۡعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ﴿۱۸۱﴾ وَسَلٰمٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۱۸۲﴾ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۸۳﴾

(الصّٰفّٰت: 181-183)

تیرا رب جو تمام عزتوں کا مالک ہے ان کی بیان کردہ باتوں سے پاک ہے اور رسولوں پر ہمیشہ سلامتی ہو اور سب تعریف اللہ کی ہے جو سب جہانوں کا رب ہے۔

(قرآنی دعائیں از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 38)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

کبھی تو اس سے ملاقات ہو گی جلسے پر

(کلام چودھری محمد علی مضطرؔ مرحوم)

گھرا ہوا تھا میں جس روز نکتہ چینوں میں
وہ بے لحاظ کھڑا تھا تماش بینوں میں

وہ کش مکش ہوئی انکار کے قرینوں میں
رہا نہ فرق شریفوں میں اور کمینوں میں

مری خبر سرِ اخبار چھاپنے والا
ملا تو ڈوب گیا شرم سے پسینوں میں

وہ اپنے عہد کی آواز کا ڈرایا ہوا
کھڑا تھا صورتِ دیوار ہم نشینوں میں

نحیف روح بلکتی رہی کنارے پر
بدن کا بوجھ بہا لے گئے سفینوں میں

یہ کس کے عکس کی آہٹ مکان میں آئی
یہ کون ہولے سے اترا ہے دل کے زینوں میں

وہی لباس، وہی خدّوخال ہیں اس کے
وہ ایک پھول ہے خوشبو کے آبگینوں میں

کبھی تو اس سے ملاقات ہو گی جلسے پر
کبھی تو آئے گا وہ وصل کے مہینوں میں

صلیبِ عشق پہ چڑھنے کی دیر تھی مضطرؔ!
وہ پھول برسے، گڑھے پڑ گئے زمینوں میں

اداریہ

”واقفین نو کو اپنے اندر اسماعیلی صفات پیدا کرنی ہوں گی“

(حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 10جولائی 2022ء کو عید الاضحٰی کے روز مسجد مبارک اسلام آباد ٹلفورڈ میں ایک بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد اسی خطبہ کے آخر پر واقفین نو کو اور ان کے والدین کو مخاطب ہو کر چند نصائح فرمائیں۔ اس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

”واقفین نو جو اس وقت جماعتی خدمات میں آ گئے ہیں انہیں اپنے اندر اسماعیلی صفات پیدا کرنی ہوں گی۔ تبھی اللہ تعالیٰ ان کے لئے ہمیشہ بھلائی اور بہتری کے راستے کھولتا رہے گا۔“

بہت سی اسماعیلی صفات کا تذکرہ حضور نے اپنے اس خطبہ میں ہی فرما دیا تھا جنہیں آگے چل کر قلمبند کرنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن یہاں یہ بتاتا جاؤں کہ حضور کی زبان مبارک سے جب خاکسار نے اسماعیلی صفات کے الفاظ سنے تو فوراً بعض صفات ذہن کی تہہ سے باہر آ کر خاکسار کو مخاطب کرنے لگے کہ تم بھی تو واقف زندگی ہو یہ صفات تمہارے لئے بھی ہیں۔ چنانچہ خیال آیا کہ کیوں نہ واقفین زندگی اور واقفین / واقفات نو کے لئے وہ تمام اسماعیلی صفات قرآن کریم، احادیث، ارشادات مسیح موعودؑ و خلفاء کرام کے اقتباسات سے ایک جگہ پر جمع کر دی جائیں تا واقفین کے لئے مفید ثابت ہوں۔

قرآن میں مذکور اسماعیلی صفات

سب سے اول قرآن پاک کو دیکھتے ہیں۔ حضرت اسماعیلؑ کا ذکر گیارہ آیات میں ملتا ہے۔ جن میں درج ذیل صفات کا ذکر ہے۔

1: اسماعیل حلیم تھے۔ حلیم بمعنی بردبار۔
(الصافات: 102)

2: اسماعیلؑ صبر کرنے والے تھے۔
(الانبیاء 86) (الصافات:103)

3: اسماعیل محسن تھے۔
(الصافات: 106)

4: اسماعیلؑ صادق الوعد یعنی وعدہ پورے کرنے والے تھے۔
(مریم: 55)

5: اسماعیلؑ الاخیار یعنی بہترین خوبیوں والے اور چنیدہ لوگوں میں سے تھے۔
(ص: 49)

6: اسماعیلؑ اپنے اہل کو نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دینے والے تھے۔
(مریم: 56)

7: اسماعیلؑ اللہ کے حضور مرضیا (پسندیدہ شخصیت) تھے۔
(مریم: 56)

8: اللہ کے گھر کی تعمیر میں حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ شرکت اور اللہ کا گھر تعمیر کرتے وقت رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ کی دعا کرنا۔
(البقرہ: 128)

9: ہم نے اسماعیلؑ پر وحی نازل کی۔
(النساء: 164)

10: اسماعیلؑ کو تمام جہانوں پر فضیلت عنایت کی۔
(الانعام: 87)

11: اسماعیل کا قول اِفۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ یعنی اے میرے باپ! وہی کر جو تجھے حکم دیا جاتا ہے۔ یعنی کامل تسلیم رضا اور اطاعت۔
(الصافات: 103)

12: آپ ذبح عظیم تھے۔
(الصافات: 108)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ترجمہ قرآن کے فٹ نوٹ میں تحریر فرمایا ہے کہ ذبح عظیم سے مراد خدا کی راہ میں قربان ہونے والے سب انبیاء کرام سے بڑھ کر عظیم وجود یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن کا آنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بچ جانے پر موقوف تھا۔

13: صاحب علم تھے۔ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمٍ عَلِیۡمٍ
(الحجر: 54)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں۔
اس پیشگوئی میں اگرچہ حضرت اسحاق اور حضرت یعقوبؑ وغیرہ کا بھی ذکر ہے لیکن اول طور پر یہ پیشگوئی حضرت اسماعیلؑ پر چسپاں ہوتی ہے جن کی جسمانی اور روحانی ذرّیت میں سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا ہونا تھا۔
(تعارف سورۃ الحجر از ترجمہ قرآن حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 424)

احادیث کی رو سے اسماعیلی صفات (مناقب)

• آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت امام حسن اور حسین علیہما السلام کے لئے ان ہی دعائیہ الفاظ میں دم کرتے تھے جن الفاظ میں حضرت ابراہیمؑ اپنے دونوں بیٹوں حضرت اسماعیل وحضرت اسحاق علیہما السلام کے لئے دم کرتے تھے۔ وہ الفاظ یہ ہیں۔

اَعُوۡذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنۡ کُلِّ شَیۡطَانٍ وَھَامَّۃٍ، وَمِنۡ کُلِّ عَیۡنٍ لَامَّۃٍ
(بخاری کتاب الانبیاء)

کہ میں اللہ کے کامل ومکمل کلمات کی پناہ طلب کرتا ہوں موذی شیطان اور جانور (بلا) اور ہر نظر بد سے۔

• المستدرک للحاکم میں حضرت کعبؓ سے ایک روایت مروی ہے۔ جس میں حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی درج ذیل صفات کا ذکر ہے۔

1: وہ ایسے نبی تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے صادق الوعد کا نام دیا۔
2: ایسے شخص تھے جن میں حق کے معاملہ میں سختی پائی جاتی تھی۔
3: آپ اللہ کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرتے اور اللہ آپ کو فتح و نصرت عطا کرتا۔
4: آپ کفار کے خلاف بہت زیادہ لڑائی کرنے والے تھے۔
5: کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے تھے۔
6: آپ بہت زیادہ طاقتور اور کفار پر بہت زیادہ سخت تھے۔
7: آپ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے۔
8: آپ اپنے رب کے ہاں محبوب تھے۔
9: آپ کی زکوٰۃ اپنے اہل کے اموال میں سے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے تھی۔
10: آپ کسی شخص سے کسی چیز کا وعدہ نہیں فرماتے تھے مگر یہ کہ آپ اس وعدہ کو ضرور پورا کرتے۔
11: آپ اللہ کے سچے رسول اور نبی تھے۔
(الحاکم فی المستدرک 2/603رقم 4033)

آپؑ کا حلیہ

آپؑ متناسب سر، بھاری گردن، لمبے ہاتھوں اور لمبی ٹانگوں والے تھے۔ آپ اپنے ہاتھ حالت قیام میں اپنے گھٹنوں پر مار سکتے تھے۔ چھوٹی آنکھوں، لمبی ناک، چوڑے شانوں، لمبی انگلیوں والے اور لوگوں میں سب سے نمایاں دکھائی دیتے تھے۔
(الحاکم فی المستدرک 2/603رقم 4033)

اسماعیلی صفات از حضرت مسیح موعود علیہ السلام

”حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر پانی روکا نہ جاتا تو تمام دنیا میں بہہ نکلتا۔ اس قصہ کے بیان سے یہ مطلب ہے کہ اگرچہ ایسی جگہ ہو جہاں دانہ پانی نہ ہو۔ جبھی خدا تعالیٰ اپنی قدرت کے کرشمہ دکھاتا ہے۔ چنانچہ پہلا کرشمہ یہ پانی تھا۔ اور اس بات کی طرف بھی اشارہ تھا کہ وہ پانی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھیلایا۔ اس کی شان یہ ہے کہ اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ یُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا (الحدید 18)۔ اس پانی سے تو اسماعیل زندہ ہوا تھا اور اس سے دنیا زندہ ہوئی۔ مدعا یہ ہے کہ جہاں ظاہری تجویز نہ تھی وہاں اللہ تعالیٰ نے بچاؤ کی ایک راہ نکال دی۔ اور اللہ تعالیٰ جو یہ فرماتا ہے کہ اس کے امر سے زمین آسمان رہ سکتے ہیں۔ وہ دیکھو وہ جنگل جہاں اس قدر گرمی پڑتی ہے اور ایک انسان نہ تھا اس کو خدا نے کیسا بنا دیا کہ کروڑہا مخلوق وہاں جاتی ہے اور ہر ایک جگہ سے لوگ جاتے ہیں۔ وہ میدان جہاں حج کے لئے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ وہی ہے جہاں نہ دانہ تھا نہ پانی۔“
(ملفوظات جلد اول صفحہ 241 ایڈیشن 2016ء)

• ”چونکہ اسحاقؑ اور اسماعیلؑ دونوں بھائی تھے اور دونوں میں برکات کی تقسیم مساوی تھیں۔ تصفیہ تقسیم تب ہی ہوتا کہ دونوں سلسلوں میں باہم مطابقت اور عین موافقت ہوتی۔ اسماعیلؑ کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان نبی مبعوث فرمایا۔ جس کی امت کو

کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ
(آل عمران: 111)

کہا کہ تم تمام امتوں سے بہتر ہو۔ کیونکہ وہ لوگ جن کو شریعت قصہ کے رنگ میں ملی تھی وہ دماغی علوم کی کتاب و شریعت کے ماننے والوں کے کب برابر ہو سکتے ہیں۔ پہلے صرف قصص پر راضی ہو گئے۔ اور ان کے دماغ اس قابل نہ تھے کہ حقائق و معارف کو سمجھ سکتے۔ مگر اس امت کے دماغ اعلیٰ درجہ کے تھے اس لئے شریعت اور کتاب علوم کا خزانہ ہے جو علوم قرآن مجید لے کر آیا ہے وہ دنیا کی کسی کتاب میں پائے نہیں جاتے۔ اور جیسے شریعت کے نزول کے وقت وہ اعلیٰ درجہ کے حقائق و معارف سے لبریز تھی ویسے ہی ضروری تھا کہ ترقی علوم وفنون اسی زمانہ میں ہوتا۔ بلکہ کمال انسانیت بھی اسی میں پورا ہوا۔
(ملفوظات جلد 4 صفحہ 42 ایڈیشن 2016ء)

اسماعیلی صفات از حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ

فرمایا:

”سو برس کے قریب کا بڈھا، ایک ہی بیٹا، اپنی ساری عزت، ناموری، مال، جاہ و جلال اور امیدیں اسی کے ساتھ وابستہ۔ دیکھو! متقی کا کیا کام ہے۔ اس اچھے چلتے پھرتے جوان لڑکے سے کہا۔ میں خواب دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کروں۔ بیٹا بھی کیسا فرمانبردار بیٹا ہے۔

قَالَ یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ

(الصافات:103)

ابا جی! وہ کام ضرور کرو جس کا حکم جناب الٰہی سے ہوا ہے۔ میں بفضلہٖ تعالیٰ صبر کے ساتھ اسے برداشت کروں گا۔ یہ ہے تقویٰ کی حقیقت۔ یہ ہے قربانی۔ قربانی بھی کیسی قربانی کہ اس ایک ہی قربانی میں سب ناموں، امیدوں، ناموریوں کی قربانی آگئی۔“

(خطبات نور صفحہ 274)

پھر فرمایا:

”پھر بیٹا بھی ایسا بیٹا تھا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بیٹا! اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ (الصافات:103) تو وہ خدا کی راہ میں جان دینے کو تیار ہو گیا۔ غرض باپ بیٹے نے ایسی فرمان برداری دکھائی کہ کوئی عزت، کوئی آرام، کوئی دولت اور کوئی امید باقی نہ رکھی۔ یہ آج ہماری قربانیاں اسی پاک قربانی کا نمونہ ہیں۔“

(خطبات نور صفحہ 26)

اسماعیلی صفات از حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا۔

”حضرت اسماعیلؑ اور حضرت حاجرہ نے ساری دنیا کو خدا تعالیٰ کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے ساری دنیا اسماعیل کی نسلوں کے قدموں میں ڈال دی۔“

(خطبات محمود جلد 2 صفحہ 192)

اسماعیلی صفات از حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے خطبہ عید الاضحیٰ 12 اپریل 1966ء میں فرمایا:

”ہمارے بچے اور نوجوان خدا تعالیٰ کے برگزیدہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف نظر رکھیں۔ جس نے چودہ سال کی عمر میں بشاشت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس کی رضا کی خاطر ایسے بیابان میں زندگی گزارنے کو قبول کر لیا تھا۔ جہاں بظاہر حالات زندہ رہنا ممکن نہیں تھا۔ جب تک یہ روح ہمارے بڑوں میں ہماری عورتوں میں اور ہمارے نوجوانوں میں پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک غلبہ اسلام کے دن نزدیک تر نہیں آسکتے۔“

(خطبات ناصر جلد دہم صفحہ 123)

پھر فرمایا:

”ایک لمبے عرصہ تک حضرت حاجرہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تکلیف برداشت کی۔ ایسے حال میں والدہ کا ہر وقت موت کو اپنے سامنے دیکھنا اور بچے کے دل میں یہ احساس پیدا ہونا کہ کوئی اس کا وارث ہے یا نہیں اور یہ بھی کہ اسے اس تکلیف سے کوئی بچانے والا ہے یا نہیں۔ یہ ایک ایسی قربانی ہے جس کی دنیا میں مثال نہیں ملتی۔ ایسی حالت میں ان کا توکل صرف اللہ تعالیٰ پر تھا اور خدا تعالیٰ کا سلوک ان پر یہ ظاہر کرتا تھا کہ انسانوں سے زیادہ پیار کرنے والا ہمارا پیدا کرنے والا رب ہے وہ تمہارے ساتھ ہے وہ تمہاری ان تکالیف کو دور کر کے ایک قوم یہاں بنا دے گا اور سب دنیا کی نعمتیں یہاں اکٹھی کر دے گا۔“

(خطبہ عید الاضحیٰ 12 نومبر 1978ء از خطبات ناصر جلد دہم صفحہ 207-208)

اسماعیلی صفات از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

”اس نے بہت پہلے ایک رؤیا میں دیکھا تھا کہ وہ اس بیٹے کو خدا کی خاطر ذبح کر رہا ہے۔ جب یہ بات حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بیٹے سے بیان فرمائی تو دو آیات ظاہر ہوئیں۔ ایک ابراہیمؑ کا خدا کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار ہونا اور تیار رہنا دوسرا اس کے بیٹے کا خدا کی محبت میں اسی طرح ابراہیمؑ، اپنے پیارے باپ کے قدم پر قدم مارنا۔ یہ ایک حیرت انگیز نشان ہے جس کی مثال دنیا کے پردے پر کہیں اور دکھائی نہیں دے گی۔ دنیا کے کسی مذہب کی تاریخ میں آپ کو ایسی اور ادائیں پیار اور محبت اور عشق کی دکھائی نہیں دیں گی کہ باپ بھی خدا کا عاشق و صادق اور بیٹا بھی خدا کا عاشق و صادق اور دونوں کی اداؤں میں سرمو فرق دکھائی نہیں دیتا۔“

(خطبات عیدین، عید الاضحیٰ 12 جون 1992ء)

آپؒ مزید فرماتے ہیں

”جب بعد میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡیَا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تُو تو ہر پہلو سے اس رؤیا کو پورا کر گیا ہے۔ ایک وہ وقت تھا جب تو نے ہجرت کی اس وقت بھی تو نے رؤیا کو پورا کر دیا اور ایک اب وقت ہے جب ظاہری طور پر تُو بھی تیار ہوا اور تیرا بیٹا بھی اس قربانی کے لئے تیار ہوا۔ تو کامل شان کے ساتھ اپنے ہر پہلو کے ساتھ تو نے اس رؤیا کو پورا کر دیا لیکن یہ تو محض ایک آزمائش تھی۔ میں تیرے بچے کو بھی اس آزمائش میں شامل کرنا چاہتا تھا تاکہ ہمیشہ کے لئے زمین و آسمان گواہ رہیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ دونوں ہی تسلیم و رضا میں درجہ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔“

(خطبات عیدین، عید الاضحیہ یکم جون 1993ء)

اسماعیلی صفات

از حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

حضور انور فرماتے ہیں:

”ہر نوجوان حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نمونے اپنانے کے لیے تیار ہو گا تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش بھی ہو گی۔ پھر حقیقی قربانی اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے قرب کا ادراک اور تجربہ بھی ہو گا۔ اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس غلام صادق کو ہم نے مانا ہے تاکہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ میں حصہ دار بن سکیں اسے بھی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کہا ہے۔ چنانچہ کئی مواقع پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً ابراہیم کہہ کر مخاطب فرمایا۔

(تذکرہ صفحہ 82 ایڈیشن چہارم)

(خطبہ عید الاضحیٰ 31 جولائی 2020ء الفضل انٹرنیشنل 26 نومبر 2020ء)

• حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حالیہ خطبہ عید الاضحیٰ مورخہ 10/ جولائی 2022ء میں اسماعیلی صفات کا یوں فرمایا۔

”حضرت ابراہیمؑ، حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی قربانیاں بھی پھل لائی تھیں لیکن اُنہوں نے صبر اور دعا کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا، پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے آنے والے عظیم رسول اور اُن کے صحابہ کی قربانیاں بھی اپنے وقت پر رنگ لائیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے پورے فرمائے۔ پس کیا آج وہ سچے وعدوں والا خدا ہمیں چھوڑ دے گا؟ یقیناً نہیں!“

پھر اسی خطبہ میں آگے چل کر حضور فرماتے ہیں۔

”انہیں (واقفین نو کو) یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ وقف ایک قربانی چاہتا ہے اور اس قربانی کا معیار کیا ہے؟ یہ وہ معیار ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پیش کیا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا کہ میں نے تجھے خواب میں گلے پر چھری پھیرتے دیکھا ہے تو اس نے بیٹے سے پوچھا کہ اے اسماعیل! بتا تیرا کیا ارادہ ہے؟ تو بیٹے نے جس کی تربیت بزرگ اور تقویٰ میں بڑھے ہوئے ماں باپ نے کی تھی فوراً جواب دیا کہ اے میرے باپ! تو اپنی رؤیا پوری کر تو مجھے ان شاء اللہ صبر کرنے والوں اور قربانی کرنے والوں میں سے پائے گا۔“

(ابو سعید)

اعلان وفات

• مکرم نصیر احمد قمر۔ ایڈیشنل وکیل الاشاعت لندن تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کے ماموں مکرم محمد افضل بٹ جنہیں لمبا عرصہ ربوہ میں فضل عمر ہسپتال اور صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر میں خدمت کی توفیق ملی، کی اہلیہ محترمہ امۃ السلام مورخہ 24 اگست 2022ء بروز بدھ روچیسٹر (امریکہ) میں بقضائے الٰہی وفات پا گئی ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

آپ لمبے عرصہ سے مختلف عوارض سے بیمار چلی آرہی تھیں وفات سے ایک روز قبل برین ہیمرج ہوا جس سے جانبر نہ ہوسکیں۔ مرحومہ بہت نیک سیرت اور صابرہ شاکرہ خاتون تھیں۔ لمبی بیماری کو بڑے حوصلہ اور صبر کے ساتھ گزارا۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ ان کی میت ربوہ لے جائی جائے گی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئے گی۔ ان شاء اللہ۔ مرحومہ کے ایک بیٹے محمد احسن بٹ صاحب اس وقت صدر انجمن احمدیہ میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ تمام قارئین الفضل سے مرحومہ کی مغفرت و بلندی درجات کے لیے دعا کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

نیاز احمد نائک۔ استاد جامعہ احمدیہ قادیان

’’اپنے جائزے لیں‘‘

از ارشادات خطبات مسرور جلد 4

قسط 3

مولویوں کی پشت پناہی باعثِ ابتلا ہے

یاد رکھنا چاہئے کہ یہ مولوی جو یہاں اگر ان کو کھلی چھٹی دی تو یہ پیر تسمہ پا کی طرح ان کی گردنوں کو قابو کر لیں گے اور پھر جان چھڑانی مشکل ہو جائے گی۔صرف پاکستان میں ہی نہیں، ایسے نمونے ہمارے سامنے ہیں کہ جہاں بھی ان کو کھلی چھٹی دی گئی ہے وہاں یہ اس طرح کی کوششیں کرتے ہیں اور کریں گے اور اپنی فطرت دکھائیں گے۔ ہمارے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں، ہمارا تو یہ کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ جماعت تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مخالفت کے باوجود دنیا میں ہر جگہ بڑھ رہی ہے لیکن جن حکومتوں نے بھی ان کی پشت پناہی کی ہے یا ان سے انہیں مدد ملی ہے ان کے لئے ہمیشہ ابتلا ہی آیا ہے۔جس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ اگر پاکستان کی حکومت نے ان سے جان نہ چھڑائی تو یہ پھر کبھی نہیں چھوڑیں گے آجکل وہی ہو رہا ہے۔ اب حکومت بھی مشکل میں ہے اور وہ مغربی ممالک جو اپنے مفاد کے لئے ان کو آگے لائے تھے وہ بھی اب پریشانی کا اظہار کرتے ہیں۔ اب ان کو اپنی پڑی ہوئی ہے۔لیکن اب ان سے جان چھٹتی نظر نہیں آرہی۔اگر گہرائی میں جائزہ لیں تو ان لوگوں کی وجہ سے ہی ملک کی ترقی کئی سال پیچھے ہو چکی ہے۔

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 43)

مسلمان ممالک مل کر جائزہ لیں

بعض طاقتوں کی ایران کے اوپر نظر ہے اور زور یہ دے رہے ہیں کہ جو ایران اپنی ایٹمی توانائی پر امن مقاصد کے لئے استعمال کر رہے ہیں، جوہری توانائی استعمال کر رہے ہیں وہ بھی استعمال نہیں کرنا۔ کیونکہ اس سے پھر آگے نکل کر وہ اس کو دوسرے مقاصد کے لئے بھی استعمال کریں گے۔ یہ حکومتیں اپنے لئے ہر حق رکھتی ہیں کہ ہم جو چاہیں کریں لیکن دوسرا نہیں کرسکتا۔تو مسلمان ممالک اگر مل کر یہ جائزہ لے لیں، ایران کو بھی سمجھائیں، بھائی بھائی بن کے بیٹھیں اور اس بات کی تسلی کر لیں اور دنیا کو پھر اس بات کی ضمانت دے دیں کہ ہم جو مسلمان ممالک ہیں ہر چیز انسانی فلاح و بہبود کے لئے کرنے والے ہیں، غلط کام نہیں کریں گے تو سارے معاملات سلجھ جائیں گے اور سلجھ سکتے ہیں لیکن یہ بھی ہے کہ پھر تم بھی ہمیں یہ ضمانت دو گے کہ آئندہ ہمارے معاملات میں تم کبھی دخل نہیں دو گے۔تعمیری منصوبوں کے لئے اگر ہمیں مدد چاہئے ہو گی تو لے لیں گے، فوجی کارروائیاں ہمارے ملکوں کے خلاف نہیں ہوں گی۔ اگر اس طرح ہو تو معاملے سلجھ سکتے ہیں۔

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 155)

شوریٰ کے فیصلے عہدیداران کی سستیوں اور مصلحتوں کا شکار نہ ہوں

نمائندگان یہ بھی یاد رکھیں کہ جب مجلس شوریٰ کسی رائے پر پہنچ جاتی ہے اور خلیفۂ وقت سے منظوری حاصل کرنے کے بعد اس فیصلے کو جماعتوں میں عملدرآمد کرنے کے لئے بھجوا دیا جاتا ہے۔تو یہ نمائندگان کا بھی فرض ہے کہ اس بات کی نگرانی کریں اور اس پر نظر رکھیں کہ اس فیصلے پر عمل ہو رہا ہے یا نہیں ہو رہا اور اس طریق کے مطابق ہو رہا ہے جو طریق وضع کر کے خلیفۂ وقت سے اس کی منظوری حاصل کی گئی تھی۔ یا بعض جماعتوں میں جاکر بعض فیصلے عہدیداران کی سستیوں یا مصلحتوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ اگر تو ایسی صورت ہے تو ہر نمائندہ شوریٰ اپنے علاقے میں ذمہ دار ہے کہ اس پر عملدرآمد کروانے کی کوشش کرے اپنے عہدیداران کو توجہ دلائے، جیسا کہ مَیں نے کہا کہ ان کے معاون کی حیثیت سے کام کرے۔ ایک کافی بڑی تعداد عہدیداران کی نمائندہ شوریٰ بھی ہوتی ہے۔ وہ اگر کسی فیصلے پر عمل ہوتا نہیں دیکھتے تو اپنی عاملہ میں اس معاملے کو پیش کر کے اس پر توجہ دلائیں۔ نمائندگان شوریٰ چاہے وہ انتظامی عہدیدار ہیں یا عہدیدار نہیں ہیں اگر اس سوچ کے ساتھ کئے گئے فیصلوں کی نگرانی نہیں کرتے اور وقتاً فوقتاً مجلس عاملہ میں نتائج کے حاصل ہونے یا نہ ہونے کا جائزہ نہیں لیتے تو ایسے نمائندگان اپنا حق امانت ادا نہیں کر رہے ہوتے۔ اور اگر یہاں اس دنیا میں یا نظام جماعت کے سامنے، خلیفۂ وقت کے سامنے اگر بہانے بنا کر بچ بھی جائیں گے تو اللہ اور اس کے رسول نے فرمایا ہے کہ ایسے لوگ ضرور پوچھے جائیں گے جو اپنی امانتوں کا حق ادا نہیں کرتے۔

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 166)

ذمہ داری سے بچنے کے لئے خاموش نہ بیٹھے رہیں

جماعت کی ترقی کی رفتار تیز کرنے کا یہ ایک مسلسل عمل ہے۔بعض لوگ اس خوف سے کہ ہم پر ذمہ داری نہ آپڑے ذمہ داری سے بچنے کے لئے خاموشی سے بیٹھے رہتے ہیں۔ تو اگر اپنا جائزہ لینے کی، اپنا محاسبہ کرنے کی ہر عہدیدار کو ہر نمائندہ شوریٰ کو عادت ہو گی اور یہ خیال ہو گا کہ مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے خلیفۂ وقت کو مشورہ دینے کے لئے چنا گیا ہے اور پھر تقویٰ کی راہوں پر چلتے ہوئے مشورہ دینے کے بعد میری یہ بھی ذمہ داری ہے کہ مَیں یہ جائزہ لیتا رہوں کہ کس حد تک ان فیصلوں پر عمل ہوا ہے یا ہو رہا ہے تو مجھے امید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ جماعت کے کاموں میں ایک واضح تبدیلی پیدا ہو گی۔ جیسا کہ مَیں نے کہا یہ ایک مسلسل عمل ہے کام کرنے کا اور جائزے لیتے رہنے کا۔ تبھی ترقی کی رفتار تیز ہوتی ہے۔ اور جماعتوں میں ایک واضح بیداری پیدا ہو گی اور نظر آ رہی ہو گی۔

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 167)

نمائندگان شوریٰ جائزہ لیں کہ شوریٰ کے فیصلوں پر عمل ہو

اس دفعہ بھی پاکستان کی شوریٰ میں پیش کرنے کے لئے جماعتوں نے بعض تجویزیں رکھیں اور یہ دوسرے ملکوں میں بھی ہوتا ہے لیکن ان تجویزوں کو انجمن یا ملکی مجلس عاملہ شوریٰ میں پیش کرنے کی سفارش نہیں کرتی کہ یہ تجویز گزشتہ سال یا دو سال پہلے شوریٰ میں پیش ہو چکی ہے اور حسب قواعد تجویز تین سال سے پہلے شوریٰ میں پیش نہیں ہوسکتی۔ تو اس تجویز کے آنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کم از کم اس جماعت میں جس کی طرف سے یہ تجویز آئی ہے وہاں اُس فیصلے پر جو ایک سال یا دو سال پہلے ہوا تھا، شوریٰ نے کیا تھا اور پھر منظوری لی تھی، اس پر عملدرآمد نہیں ہو رہا۔ اور یہ بات واضح طور پر اس جماعت کے عہدیداران اور نمائندگان شوریٰ کی سستی اور نااہلی ثابت کرتی ہے۔ اور یہ واضح ثبوت ہے اس بات کا کہ خود ہی کسی کام کو کرنے کے بارے میں ایک رائے قائم کر کے اور پھر اس پر آخری فیصلہ خلیفۂ وقت سے لینے کے بعد اس فیصلے کو جماعت نے کوئی اہمیت نہیں دی۔ یہ سستی صرف اس لئے ہے کہ جس طرح ان معاملات کا پیچھا کرنا چاہئے، مرکز نے بھی پیچھا نہیں کیا، نظارتوں نے بھی پیچھا نہیں کیا یا ملکی سطح پر ملکی عاملہ پیچھا نہیں کرتی۔ ترجیحات اَور اَور رہیں۔ اس طرح مرکزی عہدیداران بھی جب یہ توجہ نہیں دے رہے ہوتے تو وہ بھی اپنی امانت کا حق ادا نہیں کر رہے ہوتے۔ اس کے لئے مرکزی عہدیداران کو بھی اپنا محاسبہ کرنا چاہئے اور مقامی جماعت کے عہدیداران اور نمائندگان شوریٰ کو بھی اپنا محاسبہ کرنا ہو گا اور جائزہ لینا ہو گا اور وجوہات تلاش کرنی ہوں گی کہ کیوں سال دو سال پہلے فیصلے پر عملدرآمد نہیں ہوا۔ جیسا کہ مَیں نے کہا ہے کہ ملکی انتظامیہ کی طرف سے یا انجمنوں کی طرف سے اس بنا پر کہ تھوڑا عرصہ پہلے کوئی تجویز پیش ہو چکی ہے، پیش نہ کئے جانے کی سفارش آتی ہے۔ ٹھیک ہے شوریٰ میں پیش تو نہ ہو لیکن اپنے جائزے اور محاسبہ کے لئے کچھ وقت ان تجاویز کی جگالی کے لئے ضروری ہے۔

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 167-168)

شوریٰ میں کسی کی ذات پر تبصرے نہ ہوں

یہ دیکھنا چاہئے کہ کیا وجہ ہے کہ عملدرآمد نہیں ہوا۔ اگر تو 70-80 فیصد جماعتوں میں عمل ہو رہا ہے اور 20-30 فیصد جماعتوں میں نہیں ہو رہا تو پھر تو جائزے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر 70-80 فیصد جماعتوں میں گزشتہ فیصلوں پر عمل نہیں ہو رہا ہے تو لمحہ فکریہ ہے۔ اس طرح تو اعلیٰ مقاصد حاصل نہیں کئے جاتے۔ تو مَیں سمجھتا ہوں کہ شوریٰ میں اس کے لئے بھی مخصوص وقت ہونا چاہئے تا کہ دیکھا جائے اپنا جائزہ لیا جائے۔ یہ ٹھیک ہے کہ کج بحثی ناپسندیدہ فعل ہے لیکن بحث سے بچنے کے لئے، اپنے جائزے لینے کے لئے، آنکھیں بند کر لینا بھی اس سے زیادہ ناپسندیدہ فعل ہے۔ اس جائزہ میں یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ جن جماعتوں نے خاص کوشش کی ہے زیادہ اچھا کام کیا ہے ان کا طریقہ کار کیا تھا۔ انہوں نے کس طرح اس پر عملدرآمد کروایا۔ اس طرح پھر جب ڈسکشن (Discussion)

ہو گی تو پھر دوسری جماعتوں کو بھی اپنی کارکردگی بہتر کرنے کا موقع مل جائے گا۔ لیکن اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہئے اس کارروائی یا بحث میں بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کی ذات پر تبصرے شروع ہو جاتے ہیں۔ کسی کی ذات پر تبصرہ نہیں کرنا بلکہ صرف شعبے کا جائزہ ہو۔ اس فیصلے پر جس پر پوری طرح عمل نہیں ہو رہا، اس کا جائزہ لیا جائے کہ کہاں کمیاں ہیں اور کیوں کمیاں ہیں۔ بہرحال ہمیں کوئی ایسا طریق وضع کرنا ہو گا جس سے قدم آگے بڑھنے والے ہوں۔ یہ نہیں ہے کہ ایک فیصلہ کیا اور تین سال اس پر عمل نہ کیا یا اتنا کم عمل کیا کہ نہ ہونے کے برابر ہو، اکثر جماعتوں نے سستی دکھائی اور پھر تین سال کے بعد وہی معاملہ دوبارہ اس میں پیش کر دیا کہ شوریٰ اس کے لئے لائحہ عمل تجویز کرے۔ تو یہ تو ایک قدم آگے بڑھانے اور تین قدم پیچھے چلنے والی بات ہو گی۔

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 168)

جو دل عبادتوں سے خالی ہیں ان کے مشورے بھی تقویٰ کی بنیاد پر نہیں ہو سکتے

اس لئے نمائندگان اور عہدیداران کو اس لحاظ سے بھی اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ وہ کس حد تک اپنی عبادتوں کے قیام کی کوشش کر رہے ہیں۔ جیسا کہ مَیں بتا آیا ہوں کہ عبادت ایک بنیادی چیز ہے جس کو نمائندگی دیتے ہوئے مدنظر رکھنا چاہئے اور ایک عام مسلمان کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ عبادت گزار ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس دین میں عبادت نہیں وہ دین ہی نہیں ہے۔

(الترغیب و الترھیب جلد نمبر اول حدیث نمبر 820 الترھیب من ترک الصلوٰۃ تعمدا و اخراجھا...طبع اول 1994 دارالحدیث قاھرہ)

تو ایک عام احمدی کے لئے جب نمازوں کی ادائیگی فرض ہے تو عہدیدار جو ہر لحاظ سے افراد جماعت کے لئے نمونہ ہونا چاہئیں ان کے لئے تو خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ ان کی کوئی نماز بغیر جماعت کے نہ ہو سوائے کسی اشد مجبوری کے۔

پس ہمیشہ یاد رکھیں کہ یہ جو دو تین دن شوریٰ کے لئے آتے ہیں اور آئے ہیں، ان میں صرف یہی نہیں کہ ان دنوں میں ہی ہمیں نمازیں پڑھنی ہیں اور دعاؤں کی طرف توجہ دینی ہے بلکہ ہر نمائندے کو، ہر عہدیدار کو، باقاعدہ نماز باجماعت کا عادی ہونا چاہئے۔ خود اپنے جائزے لیں، اپنا محاسبہ کریں، دین کی سربلندی کی خاطر آپ کے سپرد بعض ذمہ داریاں کی گئی ہیں۔ اگر ان میں دین کے بنیادی ستون کی طرف ہی توجہ نہیں ہے تو خدمت کیا کریں گے اور مشورے کیا دیں گے۔ جو دل عبادتوں سے خالی ہیں ان کے مشورے بھی تقویٰ کی بنیاد پر نہیں ہو سکتے۔

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 168-169)

جو لوگ اپنی آمد غلط بتاتے ہیں وہ غلط بیانی کی وجہ سے گناہگار ہو رہے ہوتے ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا جائزہ لیتے ہوئے گھر کا نصف مال پیش کر دیا اور اسی طرح باقی صحابہؓ نے اپنی استعدادوں کے مطابق قربانیاں کیں اور کرتے چلے گئے۔ تو ہمیں اس ارشاد کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا (البقرۃ:287) کو اپنے بہانوں کے لئے استعمال نہیں کرنا چاہئے بلکہ اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہئے، خود اپنے آپ کو دیکھنا چاہئے کہ مالی قربانی کی میرے اندر کس حد تک صلاحیت ہے، کتنی گنجائش ہے۔ کم آمدنی والے لوگ عموماً زیادہ قربانی کر کے چندے دے رہے ہوتے ہیں بہ نسبت زیادہ آمدنی والے لوگوں کے۔ زیادہ پیسے کو دیکھ کر بعض دفعہ بعض کا دل کھلنے کی بجائے تنگ ہو جاتا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ ایسی صورت بھی پیدا ہو جاتی ہے کہ موصی بھی بہت کم آمدنی پر چندے دیتے ہیں اور ایسے راستے تلاش کر رہے ہوتے ہیں جن سے ان کی آمدنی کم سے کم ظاہر ہو۔ حالانکہ چندہ تو خدا تعالیٰ کی خاطر دینا ہے۔ ایسے لوگوں کا پھر پتہ تو چل جاتا ہے، پھر وصیت پر زد بھی آتی ہے۔ پھر معذرتیں کرتے ہیں اور معافیاں مانگتے ہیں۔ تو چاہے موصی ہو یا غیر موصی جب بھی مالی کشائش پیدا ہو اس مالی کشائش کو انہیں قربانی میں بڑھانا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہماری استعدادوں کو، کشائش کو اس لئے بڑھایا ہے کہ آزمائے جائیں۔ یہ دیکھا جائے کہ بیعت کے دعویٰ میں کس حد تک سچے ہیں۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا (البقرۃ:287) کے ارشاد کے بعد اس ارشاد کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے کہ لَہَا مَا کَسَبَتۡ وَعَلَیۡہَا مَا اکۡتَسَبَتۡ (البقرۃ:287) یعنی نیک کام کا ثواب بھی ملے گا اور اگر ٹال مٹول کر رہے ہوں گے تو نقصان بھی ہو گا۔ بہرحال اگر دل میں ذرا سا بھی ایمان ہو تو ایسے لوگ جن کی غلطیوں کی وجہ سے ان سے چندہ نہیں لیا جاتا جب ایسی صورت حال پیدا ہوتی ہے جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ان کی وصیت پہ زد پڑتی ہے یا دوسرے لوگوں کے چندوں پہ۔ تو کیونکہ احمدی ہیں، دل میں نیکی ہوتی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے، پھر ان کے دل بے چین ہو جاتے ہیں جیسا کہ مَیں نے بتایا پھر معافیاں مانگتے ہیں اور ان کے لئے بات بڑی سخت تکلیف دہ بن رہی ہوتی ہے۔ تو جب نظام جماعت نے یہ اجازت دی ہوئی ہے کہ بعض آدمی مجبوریوں کی وجہ سے شرح کے مطابق چندہ نہیں دے سکتے تو رعایت لے لیں تو سچائی کا تقاضا یہ ہے کہ رعایتی شرح کی منظوری حاصل کر لی جائے، بجائے اس کے کہ غلط بیانی سے کام لیا جائے۔ اور مَیں اس بارے میں کئی دفعہ کہہ بھی چکا ہوں کہ ایسے لوگوں کو بغیر کسی سوال جواب کے رعایت شرح مل جائے گی۔ تو ایک تو جو لوگ اپنی آمد غلط بتاتے ہیں وہ غلط بیانی کی وجہ سے گناہگار ہو رہے ہوتے ہیں۔ دوسرے اس غلط بیانی کی وجہ سے اپنے پیسے میں بھی بے برکتی پیدا کر رہے ہوتے ہیں۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس خدا نے اپنے فضل سے حالات بہتر کئے ہیں وہ ہر وقت یہ طاقت رکھتا ہے کہ ایسے لوگوں کو کسی مشکل میں گرفتار کر دے۔ پس خدا تعالیٰ سے ہمیشہ معاملہ صاف رکھنا چاہئے۔

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 175-176)

صد فی صد جماعتی عہدیداران نظام وصیت میں شامل ہوں

سب سے پہلے عہدیداران اپنا جائزہ لیں اور امیر صاحب بھی اس بات کا جائزہ لیں کہ 100فیصد جماعتی عہدیداران اس نظام میں شامل ہوں، چاہے وہ مرکزی عہدیداران ہوں یا مرکزی ذیلی تنظیموں کے عہدیداران ہوں یا مقامی جماعتوں کے عہدیداران ہوں یا مقامی ذیلی تنظیموں کے عہدیداران ہوں۔ گو کہ اللہ کے فضل سے مجھے بتایا گیا کہ یہاں موصیان کی تعداد کافی اچھی ہے لیکن حضرت صوفی صاحب کے حالات پڑھ کر جیسا کہ مَیں نے کہا ہے کہ میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ یہاں کا ہر احمدی موصی ہو اور تقویٰ پر قدم مارنے والا ہو۔ یہ ایسا بابرکت نظام ہے جو دلوں کو پاک کرنے والا نظام ہے۔ اس میں شامل ہو کے انسان اپنے اندر تبدیلیاں محسوس کرتا ہے۔

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 195)

شکوے رکھنے والے بے چینی پیدا کرنے کا باعث بن جاتے ہیں

عورتوں کیلئے دینی تربیت کا، تعلیم کا انتظام لجنہ کرے۔ مردوں کے لئے ذیلی تنظیمیں انتظام کریں، مجموعی طور پر جماعت جائزہ لے۔ اگر اس سلسلے میں ذیلی تنظیمیں پوری طرح فعال نہیں تو جماعتی نظام کے تحت انتظام ہو اور نگرانی ہو۔ اور جو ذیلی تنظیمیں سست ہیں ان کے بارے میں مجھے اطلاع بھی دیں۔ تو جب اس طرح کام کریں گے تبھی ہر احمدی کو جماعت کا فعال حصہ بنائیں گے۔ جیسا کہ مَیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں بعض فجیئن احمدیوں کو بھی شکوہ ہے کہ بعض دفعہ یہاں آ کر وہ اپنے آپ کو اوپرا محسوس کرتے ہیں۔ تو ان سے مَیں کہتا ہوں اس کا ایک یہ بھی علاج ہے۔ وہ احمدی ہوئے ہیں انہوں نے زمانے کے امام کو مانا ہے اور سمجھا ہے وہ اپنے آپ کو اتنا زیادہ جماعتی کاموں میں لگائیں کہ انتظامیہ ان سے کام لینے پر مجبور ہو۔ تبلیغ کا بہت بڑا میدان خالی پڑا ہے۔ ہر احمدی کے لئے کھلا ہے۔ اس میں آگے بڑھیں ذاتی رابطے کر کے اَور طریقے اپنا کر تبلیغ کا کام کریں۔ اس کام کو زیادہ سے زیادہ وسعت دیں۔ مردوں میں تو مَیں نے دیکھا ہے اللہ کے فضل سے نوجوانوں میں دوسری قوموں کے بھی کافی لڑکے کام کرنے والے ہیں۔ بعض عورتوں اور بڑی عمر کے لوگوں کو اور عورتوں کو خاص طور پر چاہئے اپنی استعدادوں کے مطابق اور اپنے دائرے کے مطابق تبلیغ کے میدان میں آگے آئیں۔ بہرحال انصار اللہ کی تنظیم اور لجنہ اماء اللہ کی تنظیم اور خدام الاحمدیہ کی تنظیم ان سب کو جائزے لینے چاہئیں کہ کیوں یہ شکوے پیدا ہوتے ہیں۔ چاہے وہ دو چار کی طرف سے ہی ہوں۔ لیکن شکوے رکھنے والے بے چینی پیدا کرنے کا باعث بن جاتے ہیں۔ انصار اللہ کے صدر بھی شاید فجی کے رہنے والے ہیں۔ وہ آسانی سے اپنے لوگوں کی نفسیات دیکھ کر پروگرام بنا سکتے ہیں۔ لجنہ کو بھی جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ غیر پاکستانی احمدیوں کی یا ایسے نوجوان پاکستانیوں کی جو لمبے عرصہ سے ملک سے باہر ہیں اور ان کا معاشرہ بالکل بدل چکا ہے ان کی فہرست بنائیں اور پھر دیکھیں کہ ان کو کس طرح جماعت کا فعال حصہ بنایا جا سکتا ہے۔ اپنی کوشش کریں تا کہ ان کے شکوے دور ہو جائیں۔ بہرحال اس کیلئے جس طرح میں پہلے کہہ چکا ہوں دونوں طرف سے دلوں کو کھولنے اور بلند حوصلے دکھانے کی ضرورت ہے۔ ہر طبقے کو اپنے تقویٰ کے معیار کو اونچا کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر وہ مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے جس کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا۔ ہر ایک کو یاد رکھنا چاہئے کہ جماعت کا ایک نظام ہے اور یہ خلیفۂ وقت کے ماتحت ہے اسلئے نظام کی اطاعت بھی فرض ہے۔

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 207)

حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کا سب سے بڑا مقصد خدا کی پہچان کروانا ہے

سب سے بڑا مقصد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد

کا کہ خدا کی پہچان کروائیں اور جب بندے کو خدا کی پہچان ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے۔ پس آپ نے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان لیا آپ کی بیعت میں شامل ہو گئے تو اپنا جائزہ لیں، ہر ایک اپنا اپنا جائزہ لے کہ یہ جو مقصد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آنے کا بیان فرمایا ہے اور سب سے بڑا مقصد یہی بیان فرمایا ہے، اور بھی مقاصد ہیں لیکن بہرحال اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنا سب سے بڑا مقصد ہے پھر بندوں کے حقوق ادا کرنا ہے اور یہ سارے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ تو جیسا کہ مَیں کہہ رہا تھا اس مقصد کو ہمیں اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔ اور جب ہم اس مقصد کو سامنے رکھیں گے تو ہمیں خدا تعالیٰ کے آگے جھکنے اور عبادت کی طرف توجہ پیدا ہو گی۔ اگر ہمیں اللہ کے حضور جھکنے اور اس کی پہچان کرنے کی طرف توجہ پیدا نہیں ہوتی تو ہمارا یہ صرف نام کی بیعت کر لینا بے فائدہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو شرائط بیعت ہیں جن کو پڑھنے کے بعد ہر آدمی اپنے آپ کو جماعت احمدیہ میں شامل کرتا ہے۔ اگر آپ ان کو پڑھیں تو پتہ لگتا ہے کہ آپؑ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں کیا بنانا چاہتے ہیں۔

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 211)

تبلیغ کا مختلف جگہوں پر جائزہ لیں

یہاں سے فجی والے بھی سن رہے ہیں، اتفاق سے وقت بھی ایک ہے۔ تو فجی میں رہتے ہیں ان کو بھی میں کہتا ہوں کہ اپنی تبلیغ کی کوششوں کو تیز کریں اور اپنے عملی نمونے دکھائیں اپنے اندر اسلام کی صحیح روح پیدا کریں۔ آپ لوگ جو یہاں بیٹھے ہیں آپ بھی اس کوشش میں رہیں۔ اس پیغام کو آگے پہنچائیں۔ اپنے عملی نمونے بھی دکھائیں۔ یہاں تبلیغ کے لئے مختلف جگہوں پر جا کر جائزہ لیں، چھوٹی چھوٹی جگہوں پر جائیں۔ گزشتہ سالوں میں دو تین دفعہ مَیں اس طرف توجہ دلا چکا ہوں کہ چھوٹی جگہوں پر پیغام پہنچانے اور قبولیت کے امکانات عموماً زیادہ ہوتے ہیں، خاص طور پر تیسری دنیا میں۔ اُن کی مخالفت اگر ہوتی ہے تو لاعلمی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ دنیاداری کی وجہ سے عموماً نہیں ہوتی۔ پھر مختلف قوموں کے لوگ ہیں، فجی میں بھی اور یہاں بھی ہیں۔ آسٹریلیا میں بھی ہیں۔ یہ جو سارا علاقہ ہے ان تک پہنچیں۔ اُن کی زبان میں اُن کو لٹریچر دیں، ان سے مسلسل رابطے رکھیں۔ تعلقات بڑھائیں۔ پھر آپ کے اپنے اندر جو آپ کی اپنی طبیعتیں ہیں، رویے ہیں اگر ان میں بھی پاک تبدیلیاں ہوں گی تو آپ لوگ ان کو دوسروں سے مختلف نظر آئیں گے۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا، جب یہ چیزیں ان کو نظر آ رہی ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی آپ کی زبانوں پر ہو گا تو یہ جو مسلسل رابطے اور تعلق ہیں وہ دوسروں کو آپ کے قریب لائیں گے۔

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 226)

غیروں میں شادیاں کرنے سے نسلیں برباد ہو جاتی ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے، جائزہ لیں تو یہ 100فیصد حقیقت نظر آئے گی کہ ان ملکوں میں بعض خاندان اس لئے بھی ابتلا میں پڑ گئے کہ اس حقیقت کو نظرانداز کر دیا کہ غیروں میں شادیاں کرنے سے نسلیں برباد ہو جاتی ہیں اور دین سے دور چلی جاتی ہیں۔ کئی ایسے دور ہٹے ہوئے ہیں جن کو اب ہٹنے کا احساس ہو رہا ہے۔ یہاں جو خاندان آئے ہیں ان کے حالات اپنے پہلے ملک کی نسبت بہرحال بہتر ہیں۔ یہ بہتری آپ کو دین سے دُور لے جانے والی اور اپنی قدروں اور اپنی تعلیم اور اپنی روایات کو بھلانے والی نہیں ہونی چاہئے۔ بعض دفعہ وہ جو غلطی کرتے ہیں پھر نظام جماعت کی طرف سے بعض دفعہ کوئی سختی ہو تو پھر نظام کو الزام دیتے ہیں کہ ہمارے ساتھ زیادتی ہو گئی یا جماعت سے نکال دیا گیا یا ہماری بدنامی کی گئی۔ اگر اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو گا اور دین کا علم ہو گا تو یہ صورتحال کبھی پیدا نہیں ہو گی۔ پس خود بھی اور اپنے بیوی بچوں کا بھی جماعت سے اور خلافت سے تعلق جوڑے رکھیں۔

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 228)

نیکی کے احکامات کی جگالی کرتے رہنا چاہئے

اس مقصد کے لئے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تا کہ روحانیت میں ترقی کی طرف ہمیں لے کر چلیں اور ایک احمدی نے آپؑ سے عہد بیعت باندھا ہے۔ اگر اس عہد بیعت کے بعد بھی برائیوں میں بتلا ہے اور معاشرے میں فتنہ وفساد پیدا کرتے رہے تو پھر اس عہد بیعت کا کیا فائدہ ہے۔ پس ہر ایک کو پہلے اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہئے، نیکی کے جو احکامات ہیں انکی جگالی کرتے رہنا چاہئے اور جب اپنے آپ کو ہر طرح سے پاک وصاف پائیں تو پھر دوسرے پر الزام لگانا چاہئے۔

(خطبات مسرور جلد 4صفحہ 258)

محمود و ایاز کا قصہ

ایک واقعہ آتا ہے کہ ایک بادشاہ محمود غزنوی کا ایک خاص جرنیل تھا۔ بڑا قریبی آدمی تھا۔ اس کا نام ایاز تھا۔ انتہائی وفادار تھا اور اپنی اوقات بھی یاد رکھنے والا تھا۔ اس کو پتہ تھا کہ مَیں کہاں سے اٹھ کر کہاں پہنچا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو یاد کرنے والا تھا اور بادشاہ کے احسانوں کو بھی یاد رکھنے والا تھا۔ ایک دفعہ ایک معرکے سے واپسی پر جب بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ جا رہا تھا تو اس نے ایک جگہ پڑاؤ کے بعد دیکھا کہ ایاز اپنے دستے کے ساتھ غائب ہے۔ تو اس نے باقی جرنیلوں سے پوچھا کہ وہ کہاں گیا ہے تو ارد گرد کے جو دوسرے لوگ خوشامد پسند تھے اور ہر وقت اس کوشش میں رہتے تھے کہ کسی طرح اس کو بادشاہ کی نظروں سے گرا یا جائے اور ایاز کے عیب تلاش کرتے رہتے تھے تو انہوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا کہ بادشاہ کو اس سے بدظن کریں۔ اپنی بدظنی کے گناہ میں بادشاہ کو بھی شامل کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے فوراً ایسی باتیں کرنا شروع کر دیں جس سے بادشاہ کے دل میں بدظنی پیدا ہو۔ بادشاہ کو بہرحال اپنے وفادار خادم کا پتہ تھا۔ بدظن نہیں ہوا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے تھوڑی دیر دیکھتے ہیں۔ آ جائے گا تو پھر پوچھ لیں گے کہ کہاں گیا تھا۔ اتنے میں دیکھا تو وہ کمانڈر اپنے دستے کے ساتھ واپس آ رہا ہے اور اس کے ساتھ ایک قیدی بھی ہے۔ تو بادشاہ نے پوچھا کہ تم کہاں گئے تھے۔ اس نے بتایا کہ مَیں نے دیکھا کہ آپ کی نظر بار بار سامنے والے پہاڑ کی طرف اٹھ رہی تھی تو مجھے خیال آیا ضرور کوئی بات ہو گی مجھے چیک کر لینا چاہئے، جائزہ لینا چاہئے، تو جب میں گیا تو مَیں نے دیکھا کہ یہ شخص جس کو میں قیدی بنا کر لایا ہوں ایک پتھر کی اوٹ میں چھپا بیٹھا تھا اور اس کے ہاتھ میں تیر کمان تھی تا کہ جب بادشاہ وہاں سے گزر رہو تو وہ تیر کا وار آپ پر چلائے۔ تو جو سب باقی سردار وہاں بیٹھے تھے جو بدظنیاں کر رہے تھے اور بادشاہ کے دل میں بدظنی پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے وہ سب اس بات پر شرمندہ ہوئے۔

(خطبات مسرور جلد 4صفحہ 264)

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیاروں کی ہمیشہ مدد فرمائی ہے

ہر احمدی کو اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کی وجہ سے ہم میں وہ کیفیت پیدا ہو گئی ہے؟ جب ہر لحمہ اور ہر آن اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کی ہم پر بارش ہوتی ہے یا ہو رہی ہے۔ ایسی مدد جو ہماری زندگیوں میں وہ نمو پیدا کرنے والی ہو جس سے ہر طرف آنکھوں کو روشن کرنے والا اور دل کو لبھانے والا سبزہ نظر آتا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو ایمان لانے والوں سے اس سلوک کا اظہار فرمایا ہے کہ اس دنیا میں بھی اُن کا مددگار ہو گا اور اگلے جہان میں بھی، جبکہ ہر چیز کی گواہی ہو گی حتیٰ کہ اپنے اعضاء کی بھی گواہی ہو گی اور وہاں پھر کوئی غلط بیان نہیں دیا جا سکتا۔ جو بھی گواہی ہو گی وہ حقیقت بیان کرنے والی ہو گی اور جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر صحیح عمل کرنے والے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے مدد فرمانے کا وعدہ کیا ہے اس وقت جو ایسے لوگ ہوں گے ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق نصرت فرماتے ہوئے بخشش کا سلوک فرمائے گا اور اپنی بخشش کی چادر میں لپیٹ لے گا۔ مِن حیث الجماعت تو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء سے، اپنے پیاروں سے وعدے کے مطابق ہمیشہ مدد فرمائی ہے اور فرماتا ہے لیکن انفرادی طور پر بھی اپنی حالتوں کو خالصتاً اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق ڈھالتے ہوئے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کی نصرت کو جذب کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس وعدے اور اس خوشخبری سے فائدہ اٹھانا چاہئے کہ مَیں کامل ایمان والوں کی دنیا و آخرت میں مدد کروں گا۔

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 270)

اپنی اناؤں کو ذبح کرو

جیسا کہ مَیں نے کہا سب سے پہلے اس کے لئے عہدیدار یا کوئی بھی شخص جس کے سپرد کوئی بھی خدمت کی گئی ہے اپنا جائزہ لے اور اطاعت کے نمونے قائم کرے کیونکہ جب تک کام کرنے والوں میں اطاعت کے اعلیٰ معیار پیدا کرنے کی روح پیدا نہیں ہو گی، افراد جماعت میں وہ روح پیدا نہیں ہوسکتی۔ پس ہر لیول پر جو عہدیدار ہیں چاہے وہ مقامی عاملہ کے ممبر یا صدر جماعت ہیں، ریجنل امیر ہیں یا مرکزی عاملہ کے ممبر یا امیر جماعت ہیں اپنی سوچ کو اس سطح پر لائیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقرر فرمائی ہے کہ اپنی، اپنے نفس کی خواہشات کو، اناؤں کو ذبح کرو۔ اور جب یہ مقام حاصل ہو گا تو پھر دل اللہ تعالیٰ کے نور سے بھر جائے گا اور روح کو حقیقی خوشی اور لذت حاصل ہو گی ایسا مومن جو کام بھی کرے گا وہ یہ سوچ کر کرے گا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہے اور یہی ایک مومن کا مقصد ہونا چاہئے۔

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 286)

افسران اپنا اور کارکنان کا تربیتی لحاظ سے جائزہ لیں

پس ان دنوں میں جہاں آنے والوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ بھی دعاؤں میں وقت گزاریں وہاں کارکنان کو بھی اس بات کا خیال رکھنا

چاہیئے کہ اپنے اس خدا کو کبھی نہ بھولیں جو ہمیشہ ہماری مدد فرماتا رہا ہے۔ افسران صیغہ جات بھی یاد رکھیں کہ وہ اس افسری کے ذریعہ سے قوم کی خدمت پر مامور کئے گئے ہیں۔ جہاں انہوں نے اپنے کام کا جائزہ لینا ہے وہاں تربیتی لحاظ سے اپنے کارکنان کا بھی جائزہ لیتے رہنا ہے اور ہر وقت یہ کوشش کرنی ہے کہ مہمانوں کے لئے زیادہ سے زیادہ آسانیاں پیدا کرنے والے ہوں اور دعاؤں پر زور دیتے ہوئے اپنے کام انجام دینے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 371)

برائیوں کے دور کرنے کے لئے دعا کرتے رہنا چاہیئے

اپنی برائیوں کے دور کرنے کے لئے دعا کرتے رہنا چاہیئے۔ اور برائیوں کو دور کرنے کی کوشش بھی ہو رہی ہو اور دعا بھی ہو رہی ہو تو پھر اللہ تعالیٰ ایسے خالص توبہ کرنے والوں کی دعا کو بھی سنتا ہے اور ان کی برائیاں دور کرتے ہوئے جیسا کہ اس نے فرمایا انہیں جنتوں میں داخل کرتا ہے اور انہیں ایسا نور دیتا ہے جو ان کے دائیں بھی چلتا ہے اور ان کے آگے بھی چلتا ہے۔ پس خوش قسمت ہوں گے ہم اگر اللہ تعالیٰ کے اس وعدے سے فائدہ اٹھائیں۔ خوش قسمتی سے ہمیں رمضان میں سے گزرنے کا موقع مل رہا ہے اس رمضان کے مہینے میں روزوں سے گزرنے کا موقع مل رہا ہے، جب مغفرت کے دروازے مکمل طور پر کھول دیئے جاتے ہیں، بخشش کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے کوشش کرنی چاہیئے کہ خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکیں اور اپنی برائیوں پر نظر کرتے ہوئے انہیں چھوڑنے کی کوشش کریں۔ سچی توبہ کریں کہ آئندہ بھی ان برائیوں میں نہیں پڑیں گے۔ اگر ہر ایک اپنا جائزہ لے تو خود ہی ہر ایک کے سامنے آجائے گا کہ کون کون کن کن برائیوں میں مبتلا ہے اور کون کون سی برائیاں چھوڑی ہیں اور چھوڑنی ہیں تو پھر یقیناً اس دنیا میں بھی اور اگلے جہان میں بھی جنت کے نظارے دیکھیں گے۔ سچی توبہ کے بعد پھر قدم پہلے سے آگے بڑھیں گے۔ مزید نیکیوں کی توفیق ملے گی اور یہی نیکیاں اگلے جہان میں بھی کام آنے والی ہیں اور وہاں بھی درجے بڑھتے چلے جائیں گے۔

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 510)

جمعۃ الوداع کی اہمیت کا تصور

میں نہایت افسوس سے اس بات کا ذکر کروں گا کہ امام الزمان کی بیعت میں آنے کے باوجود اور باوجود اس کے کہ خلفاء احمدیت اس تصور کو ذہنوں سے نکالنے کے لئے بارہا اس طرف توجہ دلا چکے ہیں بعض احمدی بھی معاشرے کی اس برائی اور بدعت کا شکار ہو کر جمعہ کی اہمیت کو بھلا کر جمعۃ الوداع کا تصور ذہنوں میں بٹھائے ہوئے ہیں۔ اور ایسے لوگ چاہے زبان سے اس بات کا اقرار کریں یا نہ کریں اپنے حال سے، اپنے عمل سے یہ اظہار کر رہے ہوتے ہیں۔ عموماً سارا سال مساجد میں جمعوں پر جو حاضری ہوتی ہے، رمضان کے دنوں میں خاص قسم کا ماحول بننے کی وجہ سے جمعوں میں حاضری اس سے بہت بہتر ہو جاتی ہے۔ لیکن رمضان کے آخری جمعہ میں یہ حاضری رمضان کے باقی جمعوں کی نسبت بہت آگے بڑھ جاتی ہے جس سے صاف ظاہر ہو رہا ہوتا ہے کہ آج توجہ زیادہ ہے۔ یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ مرکز میں یا جہاں خلیفۂ وقت نماز جمعہ پڑھا رہے ہوں وہاں اس جمعے میں شامل ہونے کی لوگ زیادہ کوشش کرتے ہیں جو ٹھیک ہے لیکن اگر جماعتیں جائزہ لیں تو ہر مسجد میں رمضان کے آخری جمعہ کی حاضری پہلے سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ پس یہ عمل ظاہر کر رہا ہے کہ رمضان کے آخری جمعہ میں شامل ہو جاؤ، جمعہ پڑھ لو اور گناہ بخشوا لو۔ یہ ٹھیک ہے کہ اللہ تعالیٰ رمضان میں پہلے سے بڑھ کر بندے کے ساتھ بخشش کا سلوک فرماتا ہے۔ لیکن بندے کو بھی اللہ تعالیٰ کے اس سلوک کی وجہ سے حتی الوسع اس تعلیم پر قائم رہنے کی کوشش کرنی چاہیئے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہے اور جیسا کہ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر جمعہ کے دن کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی ہے لیکن جمعۃ الوداع کی کسی اہمیت کا تصور نہیں ملتا۔ بلکہ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں اس آخری جمعہ میں جو رمضان کا آخری جمعہ ہے، یہ سبق ملتا ہے کہ اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے اس جمعہ سے اس طرح گذریں اور نکلیں کہ رمضان کے بعد آنے والے جمعہ کی تیاری اور استقبال کر رہے ہوں اور پھر ہر آنے والا جو جمعہ ہے وہ ہر نئے آنے والے جمعہ کی تیاری کرواتے ہوئے ہمیں روحانیت میں ترقی کے نئے راستے دکھانے والا بنتا چلا جائے اور یوں ہمارے اندر روحانی روشنی کے چراغ سے چراغ جلتے چلے جائیں اور یہ سلسلہ کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہو اور ہر آنے والا رمضان ہمیں روحانیت کے نئے راستے دکھاتے چلے جانے والا رمضان ہو، نئی منازل کی طرف راہنمائی کرنے والا رمضان ہو جس کا اثر ہم ہر لحہ اپنی زندگیوں پر بھی دیکھیں اور اپنے بیوی بچوں پر بھی دیکھیں اور اپنے ماحول پر بھی دیکھیں۔

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 528)

شعبہ تربیت کو ہر جگہ، ہر لیول پر فعال ہونے کی ضرورت ہے

ہر احمدی کو اپنا جائزہ لینا چاہیئے، اپنے گھر کا جائزہ لینا چاہیئے کہ کیا ہم قرآنی تعلیم سے ہٹے ہوئے تو نہیں ہیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم سے لاشعوری طور پر دور تو نہیں چلے گئے؟ اپنی اَناؤں کے جال میں تو نہیں پھنسے ہوئے؟ اس بات کا جائزہ لڑکے کو بھی لینا ہو گا اور لڑکی کو بھی لینا ہو گا، مرد کو بھی لینا ہو گا، عورت کو بھی لینا ہو گا، دونوں کے سسرال والوں کو بھی لینا ہو گا کیونکہ شکایت کبھی لڑکے کی طرف سے آتی ہے، کبھی لڑکی کی طرف سے آتی ہے، کبھی لڑکے والے زیادتی کر رہے ہوتے ہیں، کبھی لڑکی والے زیادتی کر رہے ہوتے ہیں لیکن اکثر زیادتی لڑکے والوں کی طرف سے ہوتی ہے۔ یہاں میں نے گزشتہ دنوں امیر صاحب کو کہا کہ جو اتنے زیادہ معاملات آپس کی ناچاقیوں کے آنے لگ گئے ہیں اس بارے میں جائزہ لیں کہ لڑکے کس حد تک قصوروار ہیں، لڑکیاں کس حد تک قصوروار ہیں اور دونوں طرف کے والدین کس حد تک مسائل کو الجھانے کے ذمہ دار ہیں۔ تو جائزے کے مطابق اگر ایک معاملے میں لڑکی کا قصور ہے تو تقریباً تین معاملات میں لڑکا قصوروار ہے، یعنی زیادہ مسائل لڑکوں کی زیادتی کی وجہ سے پیدا ہو رہے ہیں اور تقریباً 30-40 فیصد معاملات کو دونوں طرف کے سسرال بگاڑ رہے ہوتے ہیں۔ اس میں بھی لڑکی کے ماں باپ کم ذمہ دار ہوتے ہیں اور لڑکے کے ماں باپ اپنی ملکیت کا حق جتانے کی وجہ سے ایسی باتیں کر جاتے ہیں جس سے پھر لڑکیاں ناراض ہو کر گھر چلی جاتی ہیں۔ یہ بھی غلط طریقہ ہے، لڑکے کا کام ہے کہ اپنے ماں باپ کی خدمت کرے لیکن بیویوں کو بھی ان کا حق دے۔ جب ایسی صورت ہو گی تو پھر بیویاں عموماً خاوند کے ماں باپ کی بہت خدمت کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں ایسی بھی بہت ساری مثالیں ہیں کہ ساس سسر کو اپنے بچوں سے زیادہ اپنی بہوؤں پر اعتماد ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ خدانخواستہ جماعت میں نیکی اور اخلاق رہے ہی نہیں، بالکل ختم ہی ہو گئے ہیں، اکثریت اللہ تعالیٰ کے فضل سے نیکی پر قائم ہے۔ مگر جو مثالیں سامنے آتی ہیں وہ پریشان کرتی ہیں کہ یہ اتنی بھی کیوں ہیں؟ جو جائزہ میں نے یہاں لیا ہے اگر کینیڈا میں، امریکہ میں یا یورپ کی جماعتوں میں لیا جائے تو وہاں بھی عموماً یہی تصویر سامنے آئے گی۔ پس شعبہ تربیت کو ہر جگہ، ہر لیول (Level) پر جماعتی اور ذیلی تنظیموں میں فعال ہونے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 567)

واقف نو کا وقف والدین کے اخراج سے ختم ہو جاتا ہے

وقف نو کے حوالے سے یہاں ضمناً مَیں یہ بھی ذکر کر دوں کہ اگر ان کا بچہ واقف نو ہو تو والدین کے اخراج کی صورت میں اس کا بھی وقف ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے جماعتیں ایسی صورت میں جہاں جہاں بھی ایسا ہے خود جائزہ لیا کریں۔ پاکستان میں تو وکالت وقف نو اس بات کا ریکارڈ رکھتی ہے لیکن باقی ملکوں میں بھی امیر جماعت اور سیکرٹریان وقف نو کا کام ہے کہ اس چیز کا خیال رکھیں۔ اور پھر معافی کی صورت میں ہر بچے کا انفرادی معاملہ خلیفۂ وقت کے سامنے علیحدہ پیش ہوتا ہے کہ آیا اس کا دوبارہ وقف بحال کرنا ہے کہ نہیں؟ اس لئے ریکارڈ رکھنا بھی ضروری ہے۔

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 574)

سچائی کے خلاف کوئی کلمہ نہ ہو

سچائی کا بنیادی سبب ہمیشہ ہر ایک کو پیش نظر رہنا چاہیئے تا کہ زندگی میں بھی اور بعد میں بھی سچوں میں ہی ذکر ہو اور ان کا سچوں میں ہی شمار ہو۔ پس اس پہلو سے بھی ہر ایک کو اپنا جائزہ لینا چاہیئے کہ کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو، کوئی ایسا کلمہ نہ نکلے جو سچائی کے خلاف ہو۔ اس کے لئے ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہیئے تا کہ اپنے ربّ کے احسانوں کا شکر ادا کر سکے اور اس کے انعاموں کا وارث بن سکے۔ ملازمت کرنے والا ہے یا کوئی بھی کام کرنے والا ہے تو محنت اور ایمانداری سے کام کرے، لوگوں سے معاملات ہیں تو ان کے حقوق کا خیال رکھے۔ جماعتی ذمہ داریاں ہیں، چاہے اعزازی خدمت کی صورت میں ہے یا وقف زندگی کارکن کی صورت میں ہے ان میں کبھی کسی قسم کی سُستی یا سچائی سے ہٹی ہوئی بات سامنے نہ لائے۔ ہر ایک شام کو اپنا جائزہ لے تا کہ پتہ لگے کہ کس حد تک صدق پر قائم ہے، ضمیر گواہی دے کہ ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا اور راتیں بھی اس بات کی گواہی دیں کہ تقویٰ سے رات بسر کی۔ اگر دن اور رات میں ہماری سچائی اور تقویٰ کے معیار رہے تو کامیابی ہے لیکن اگر معیار گر رہے ہیں تو اس دعا کے حوالے سے کہ ہم نے آنے والے منادی کو سنا، منادی کو مانا یہ بات غلط ہو جائے گی، یہ جھوٹ ہے، اپنے نفس سے بھی دھوکہ ہے اور خدا تعالیٰ جو ہمارا ربّ ہے اس سے بھی دھوکہ ہے۔ پس رَبَّنَا کی صدا تب قبولیت کا درجہ رکھتی ہے جب سچے دل کے ساتھ تمام احکامات اور عہد بیعت پر قائم رہنے کی کوشش ہو۔ انسان کمزور ہے، غلطیاں کرتا ہے لیکن ان کو دُور کرنے کی کوشش کرنا اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا تھا (شاید گزشتہ خطبے میں یا اس سے پہلے) کہ ہمارا ربّ اتنا مہربان ہے کہ اُس نے ہمیں بخشنے کے لئے ہمیں استغفار کے طریقے بھی سکھائے ہیں تا کہ ہم خالص ہو کر اس کے حضور جھکیں۔ اور اس کے حضور خالص ہو کر کی گئی استغفار کو اللہ تعالیٰ قبولیت کا درجہ دیتا ہے اور اسے قبول فرماتا ہے۔

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 602)

محمد الیاس منیر۔ مربی سلسلہ جرمنی

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

تقریر جلسہ سالانہ جرمنی 2022ء

هُوَالَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ ٭ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۙ﴿۳﴾ وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ ؕ وَهُوَالۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۴﴾

(الجمعہ: 3-5)

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

سید نا حضرت مسیح موعودؑ کا جو شعر ابھی میں نے پڑھا ہے، اس کا دوسرا مصرعہ ’’صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا‘‘ خاکسار کی گزارشات کا موضوع ہے۔ اس شعر میں سیّد نا حضرت مسیح موعودؑ نے یہ اعلان فرمایا ہے کہ جو شخص آپ پر ایمان لائے گا، اس کا شمار صحابہ رسول ﷺ میں سے ہو گا۔ یہ ایک بہت بڑا دعویٰ ہے جس کے نتیجہ میں اس زمانہ میں مسیح و مہدیؑ کے دست مبارک پر بیعت کرنے والوں کو چودہ سو سال پہلے گزرے ہوئے بزرگان دین کے ساتھ ملایا جارہا ہے۔ حضورؑ کے اس دعویٰ کی بنیاد دراصل قرآن وحدیث پر ہے۔ سورہ جمعہ کی آیہ کریمہ جو ابھی آپ کے سامنے پڑھی گئی ہے، اس میں آنحضرت ﷺ کی روحانی بعثت ثانیہ کی پیشگوئی کی گئی ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کے وجود میں پوری ہوئی۔

صحیح بخاری میں ذکر ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے دریافت فرمایا کہ یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں جو ہم میں سے ہیں لیکن ابھی ہم سے نہیں ملے تو آنحضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان ثریّا ستارے پر بھی چلا گیا تو ایک عظیم مرد یا بہت سے افراد ان میں سے ہوں گے جو اسے ثریّا سے واپس لاکر لوگوں کے دلوں میں قائم کریں گے۔ دیگر احادیث کی روشنی میں اس کی مزید تفصیل بھی ملتی ہے۔ مختصراً یہ کہ آنے والے موعود مسیح و مہدی کے ساتھیوں سے متعلق یہ بشارت تھی جو وَآخَرِینَ مِنۡهُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوا بِهِمۡ کے مصداق بننے والے تھے۔ یہی وہ بات تھی جس کا ذکر اس مصرعہ میں ہے کہ ’’صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا‘‘۔ اور اس کی مزید وضاحت اگلے شعر میں فرمادی۔

وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

یعنی مسیح موعود کے صحابہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کے ہمرنگ اور مثیل ہوں گے۔ حضورؑ اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

’’چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا فرض منصبی جو تکمیل اشاعت ہدایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بوجہ عدم وسائل اشاعت غیر ممکن تھا اس لئے قرآن شریف کی آیت وَآخَرِینَ مِنۡهُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوا بِهِمۡ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ثانی کا وعدہ دیا گیا ہے۔‘‘

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 363 حاشیہ)

صحابہ کرامؓ کی سیرت و سوانح پر نظر ڈالیں تو صحابہ رسول ﷺ کے واقعات کے ہمرنگ واقعات حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ کی زندگیوں میں بھی ملتے ہیں اور اس کثرت سے ملتے ہیں کہ سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے۔ تاہم وقت کی مناسبت سے صرف چند ایسے پہلو منتخب کئے ہیں جو وقت کی ضرورت بھی ہیں۔

٭آنحضرت ﷺ نے جونہی مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ فرمایا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت خدیجہؓ، حضرت علیؓ کوئی دلیل یا نشان مانگے بغیر ایمان لائے۔ ان کے لئے آپ ﷺ کا وجود ہی آپ کی صداقت کی دلیل تھا، محمد ہست برہان محمد والا مضمون تھا۔ انہیں کسی خارجی دلیل کی ضرورت ہی نہ تھی۔

ایسا ہی معاملہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں بھی دکھائی دیا، بہت سے ایسے صحابہ تھے جو آپؑ کو دیکھتے ہی گرویدہ ہو گئے۔ حضرت الحاج حکیم نور الدین صاحبؓ مع اپنی اہلیہ، حضرت امّاں جان سیّدہ نصرت جہان بیگم صاحبہؓ اور دیگر سینکڑوں مخلصین بلا توقّف ایمان لا کر اوّلین صحابہ سے جا ملے۔ حضرت الحاج حکیم نور الدین صاحبؓ نے جب پہلی مرتبہ حضورؑ کو دیکھا تو برجستہ فرمایا:

’’یہی مرزا ہے اور اس پر میں سارا ہی قربان ہو جاؤں‘‘

(حیات نور صفحہ 116)

حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ آف قاضی کوٹ ضلع گوجرانوالہ حضورؑ کے دعویٰ سے بہت پہلے فروری 1885ء میں حضورؑ کی زیارت سے پہلی بار مشرف ہوئے اور صرف پانچ روزہ قیام میں حضورؑ کی صحبت سے اس قدر متأثر ہوئے کہ واپس روانگی سے پہلے مسجد اقصیٰ کی دیوار پر ایک طویل تحریر لکھ گئے جس کی جان فارسی کا یہ شعر تھی:

حسن و خوبی و دلبری برتو تمام
صحبتے بعد از لقائے تو حرام

یعنی حسن وخوبی اور دلکشی کا خداداد ملکہ آپؑ کی ذات پر مکمل ہو چکا ہے۔ اس لئے اب کوئی بھی صحبت آپؑ کی صحبت اور ملاقات کے بعد حرام ہے۔

(اصحاب احمد جلد ششم صفحہ 11)

٭آپ جانتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ اپنے گھر سے آنحضور ﷺ کو (نعوذباللہ) قتل کرنے کے ارادہ سے نکلے لیکن خود آنحضور ﷺ کی محبت سے گھائل ہو کر ایمان کی دولت سے مالا مال ہو گئے، حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں بھی ایسے کئی واقعات ملتے ہیں۔ ایک دفعہ جب آپؑ لدھیانہ تشریف لے گئے تو ایک مولوی نے بڑے جوش سے تقریر کی کہ جو شخص آپ کو قتل کرے گا وہ سیدھا جنت میں جائے گا۔ ایک دیہاتی نے جنت میں جانے کا یہ آسان ترین نسخہ سنا تو آپ کی قیام گاہ تک پہنچ گیا۔ حضور وہاں خطاب فرما رہے تھے۔ یہ شخص موقع کے انتظار میں وہاں بیٹھ گیا لیکن جیسے جیسے حضورؑ کے الفاظ اس کے کانوں میں پڑتے چلے گئے اسکے دل کا زنگ دھل کر صاف ہوتا چلا گیا اور وہ جو آپ کو قتل کرنے نکلا تھا خود سچ کی تلوار سے گھائل ہو گیا اور جونہی آپ کی گفتگو ختم ہوئی اس نے آگے بڑھ کر آپ کے ہاتھ کو تھام لیا اور بیعت کر لی۔

٭اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کے ذکر میں فرماتا ہے:

تَرٰهُمۡ رُکَّعًا سُجَّدًا اور سِیۡمَاهُمۡ فِیۡ وُجُوۡهِهِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ (الفتح:30) یعنی تُو انہیں رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھے گا، سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر ان کی نشانی ہے۔ پھر فرمایا تَتَجَافٰی جُنُوۡبُهُمۡ عَنِ الۡمَضَاجِعِ کہ راتوں کے وقت ان کے پہلو بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں یعنی وہ اللہ کی عبادت کرتے ہوئے اپنی راتیں گزارتے ہیں۔ اس سے صحابہ کی عبادت سے محبت اور انہماک کا پتہ چلتا ہے جس کی گواہی خود خدا نے قرآن مجید میں دی فرمایا: رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡهِیۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیۡعٌ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیۡتَآءِ الزَّکٰوةِ (النور: 38) یہ ایسے عظیم مرد جنہیں نہ کوئی تجارت اور نہ کوئی خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے یا نماز کے قیام سے یا زکوٰۃ کی ادائیگی سے غافل کرتی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے اصحاب میں بھی قیام عبادت، توجہ الیٰ اللہ اور اقامت صلوٰۃ کی بے شمار نہایت روشن اور درخشندہ مثالیں ملتی ہیں۔ ان کی باجماعت نمازوں کا التزام و اہتمام اور ان میں سوز و گداز غیر معمولی تھا۔ حضرت شیخ غلام احمد صاحب واعظؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مَیں نے ارادہ کیا کہ آج کی رات مسجد مبارک میں گزاروں گا اور تنہائی میں اپنے مولیٰ سے جو چاہوں گا، مانگوں گا۔ مگر جب مسجد مبارک میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص سجدے میں پڑا ہوا ہے اور الحاح سے دعا کر رہا ہے۔ اس کے الحاح کی وجہ سے مَیں نماز بھی نہ پڑھ سکا اور اس شخص کی دعا کا اثر مجھ پر بھی طاری ہو گیا اور میں بھی دعا میں محو ہو گیا کہ یا الٰہی! یہ شخص تیرے حضور سے جو کچھ بھی مانگ رہا ہے، وہ اس کو دے دے۔ اور میں کھڑا کھڑا تھک گیا کہ یہ شخص سر اٹھائے تو معلوم کروں کہ کون ہے۔ مَیں نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے پہلے وہ کتنی دیر سے آئے ہوئے تھے مگر جب آپ نے سر اٹھایا تو دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں محمود احمد صاحب ہیں۔ میں نے السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا اور پوچھا: میاں! آج اللہ تعالیٰ سے کیا کچھ لے لیا؟ تو آپؓ نے فرمایا: مَیں نے تو یہی مانگا ہے کہ الٰہی! مجھے میری آنکھوں سے دین کو زندہ کر کے دکھا۔

(الفضل 16/فروری 1968ء)

حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ سیالکوٹی، حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ، حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ، حضرت منشی محمد اسماعیل صاحبؓ سیالکوٹی، حضرت حافظ معین الدین صاحبؓ جو نابینا تھے اور کتنے ہی دوسرے صحابہ ہیں جنہیں آخری عمر میں بیماری و معذوری کے باوجود گھر پر نماز ادا کرنی گوارا نہ تھی، بارش ہو، آندھی ہو، کڑکڑاتا جاڑا ہو یا تیز دھوپ مسجد پہنچ کر نماز باجماعت میں شامل ہوتے۔

(اصحاب احمد جلد 7 صفحہ 10، اصحاب احمد جلد 13 صفحہ 290، اصحاب احمد جلد 7 صفحہ 200)

اپنے ان متبعین کے حق میں حضرت مسیح موعودؑ کی یہ تحریر ایک زبردست شہادت ہے:

’’بہتیرے اُن میں سے ایسے ہیں کہ نماز میں روتے اور سجدہ گاہوں کو آنسوؤں سے تر کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم روتے تھے۔‘‘

(ایّام الصلح)

نبی پر ایمان لانے کے بعد الٰہی جماعتوں کی آزمائش شروع ہو جاتی ہے اور مصائب پر صبر کے امتحان ہوا کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں حضرت یاسرؓ اور ان کے بیٹے عمارؓ اور حضرت بلالؓ اور حضرت خبابؓ جیسے صحابہ نے جس طرح قبولِ اسلام کے جرم میں مصائب پر صبر کیا، جس طرح انہوں نے اپنے مشرک والدین اور عزیز و اقارب کو اور اپنے اموال اور جائیداووں کو چھوڑا اور ہر قسم کی ایذا رسانیوں پر بے مثال صبر واستقامت کے نمونے دکھائے، اُسی طرح وَآخَرِینَ مِنۡهُمۡ کی جماعت میں اوّل الشہداء حضرت مولوی عبد الرحمان صاحبؓ، حضرت

صاحبزادہ عبداللطیفؓ صاحب شہید بھی اور دیگر بہت سے صحابہ نے بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کیں اور غیر معمولی قربانیاں دیں۔حضرت بھائی عبدالرحمانؓ صاحب قادیانی لڑکپن میں احمدی ہونے کی پاداش میں پابند سلاسل رہ کر اذیتوں کا نشانہ بنے۔حضرت مولوی برہان الدینؓ جہلمی کو سر بازار مخالفوں نے زد وکوب کیا۔حضرت قاضی عبدالرحیم صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد ماجدؓ کو اپنے گاؤں کوٹ قاضی محمد جان میں مخالفوں نے قریباً تیرہ برس تک سخت تکالیف پہنچائیں۔ مقاطعہ کئے رکھا۔ نقب زنی بھی کرا دی گئی۔ مگر آپ نے استقامت سے مقابلہ کیا۔ اور سب کام کاج چھوڑ کر اپنا سارا وقت تبلیغ میں صرف کرنا، آپ نے اپنا معمول بنا رکھا تھا۔

(اصحاب احمد جلد ششم صفحہ 35)

ان کی ان قربانیوں کی صحابہ سے مماثلت پر حضورؑ کی شہادت اس طرح سے ہے، فرماتے ہیں:

’’وہ خدا کی راہ میں لوگوں کے ٹھٹھے اور ہنسی اور لعن طعن اور طرح طرح کی دلآزاری اور بدزبانی اور قطع رحم وغیرہ کا صدمہ اُٹھا رہے ہیں جیسا کہ صحابہ نے اٹھایا۔‘‘

(ایام الصلح)

قرآن کریم نے عربوں کی اخلاقی، روحانی اور معاشرتی حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ یعنی وہ اس سے پہلے کھلی کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔حضرت جعفرطیار رضی اللہ عنہ نے شاہ حبشہ نجاشی کے دربار میں اس کی تفصیل یوں بیان فرمائی: بادشاہ سلامت! ہماری قوم نہایت جاہل تھی، ہم بت پرست تھے، مردار کھاتے تھے، الغرض ہم ایسی بدبختی میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری قوم میں ایک شخص کو ہمارے پاس اپنا رسول ﷺ بنا کر مبعوث فرمایا۔‘‘

(ابن ہشام، زرقانی، طبری و بخاری)

چنانچہ دنیا کی نجاستوں میں گرے ہوئے یہ لوگ آنحضور ﷺ کی روحانی قوت قدسیہ سے سونے کی ڈلی بن گئے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے بیعت کے مقاصد میں یہ بات بڑی وضاحت سے بیان فرمائی ہے کہ اس بیعت کا مقصد گندی زیست سے نجات دلانا ہے۔ چنانچہ آپ کی قوت قدسیہ جو دراصل آنحضرت ﷺ کا ہی فیض ہے، کے نتیجہ میں آپؑ کے دست مبارک پر بیعت کرنے والوں میں دیکھتے ہی دیکھتے نہایت درجہ پاک تبدیلیاں نظر آنے لگیں۔حضرت میاں محمد دین صاحب پٹواریؓ فرماتے ہیں: ’’براہین احمدیہ پڑھتے پڑھتے ... معاً میری دہریت کافور ہوگئی اور میری آنکھ ایسے کھلی جس طرح کوئی سویا ہوا یا مرا ہوا...زندہ ہو جاتا ہے۔‘‘

(اخبار الحکم 14/اکتوبر 1938ء)

حضرت منشی عطا محمد صاحبؓ پٹواری بیان کرتے ہیں کہ میں سخت بے دین اور شرابی کبابی راشی مرتشی ہوتا تھا...... حضورؑ کی نصیحت کہ ’’زکریا والی توبہ کرو‘‘، سُن کر میں نے شراب وغیرہ چھوڑ دی اور رشوت بھی بالکل ترک کر دی اور صلوٰۃ و صوم کا پابند ہو گیا۔

(ماخوذ از سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 220-221 روایت نمبر 241)

ایسی بے شمار مثالیں ہیں، خود حضورؑ اپنے صحابہ کے متعلق فرماتے ہیں:

’’وہ خدا کے کھلے کھلے نشانوں اور آسمانی مددوں اور حکمت کی تعلیم سے پاک زندگی حاصل کرتے جاتے ہیں جیسا کہ صحابہ نے حاصل کی۔‘‘

(ایام الصلح)

خدا تعالیٰ کے ماموروں کو خدمات دینیہ کے لیے اموال کی ضرورت بھی پیش آتی ہے۔چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آپؐ کے صحابہؓ نے مالی قربانیوں کا بھی حق ادا کر دکھایا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ان میں سر فہرست حضرت ابوبکرؓ کا نام نامی ہے۔ آپؓ کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ جب سب لوگوں نے میرا انکار کیا تو ابوبکرؓ تھا جس نے میری تصدیق کی اور اپنے مال اور جان سے میری مدد کی۔

(سیرت الحلبیہ جلد 1 صفحہ 295)

پھر حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت عبد الرحمان بن عوفؓ نے بھی بڑی بڑی مالی قربانیاں پیش کیں۔

(ترمذی کتاب المناقب باب مناقب عثمان
بحوالہ سیرت صحابہ صفحہ 83، سیرت صحابہ رسول ﷺ صفحہ 154)

جب سورۃ آل عمران کی آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ اُتری تو حضرت ابوطلحہ انصاریؓ نے اپنا پیارا باغ اللہ کے نام پر صدقہ کر دیا۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ و کتاب الوصایا)

یہی حال حضرت مسیح موعودؑ کے اصحاب کا ہے۔حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحبؓ کے بارے میں حضورؑ کی گواہی ہے:

’’اُن کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے میں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کرسکوں۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 520)

حضرت سیٹھ عبدالرحمٰن صاحبؓ ہوں یا حضرت شیخ رحمت اللہ صاحبؓ یا حضرت خلیفہ رشید الدین صاحبؓ سبھی کو ان کے بے نظیر اخلاص اور مالی قربانیوں کے باعث حضورؑ حِبّی فی اللّٰہ کے لقب سے نوازتے ہیں۔ ان میں سے کتنے ہی صحابہ ہیں جنہوں نے صدیقی رنگ میں رنگین ہو کر اپنے گھروں کا سارا سامان آقا کے قدموں میں لا ڈالا۔

(تین سو تیرہ اصحاب صدق وصفا صفحہ 296)

حضرت میاں شادی خاں صاحبؓ لکڑی فروش ساکن سیالکوٹ نے پہلے کسی کام کے لئے ڈیڑھ سو روپیہ چندہ دیا پھر جب منارۃ المسیح کے لئے مالی تحریک ہوئی تو دوسو روپیہ چندہ پیش کر دیا اور لکھا:

’’چونکہ ایام قحط ہیں اور دنیوی تجارت میں صاف تباہی نظر آتی ہے تو بہتر ہے کہ ہم دینی تجارت کر لیں، اس لئے جو اپنے پاس تھا سب بھیج دیا‘‘

اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:

’’یہ وہ متوکل شخص ہے کہ اگر اس کے گھر کا تمام اسباب دیکھا جائے تو شاید تمام جائیداد پچاس روپیہ سے زیادہ نہ ہو... اور درحقیقت وہ کام کیا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 315)

یہ سن کر انہوں نے گھر میں جو چارپائیاں رہ گئی تھیں وہ بھی بیچ کر ان کی رقم حضرت صاحبؑ کے حضور پیش کر دی۔

(ماخوذ از الحکم 21/فروری 1923ء صفحہ 7)

حضورؑ اپنے ایسے ہی مخلص صحابہ کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’مَیں دیکھتا ہوں کہ صدہا لوگ ایسے بھی ہماری جماعت میں داخل ہیں جن کے بدن پر مشکل سے لباس بھی ہوتا ہے۔ مشکل سے چادر یا پاجامہ بھی ان کو میسر آتا ہے۔ ان کی کوئی جائیداد نہیں مگر ان کے لاانتہاء اخلاص اور ارادت سے محبت اور وفا سے طبیعت میں ایک حیرانی اور تعجب پیدا ہوتا ہے جو اُن سے وقتاً فوقتاً صادر ہوتی رہتی ہے یا جس کے آثار اُن کے چہروں سے عیاں ہوتے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 584 ایڈیشن 1988ء)

آپ مزید فرماتے ہیں:

’’بہتیرے اُن میں ایسے ہیں کہ اپنے محنت سے کمائے ہوئے مالوں کو محض خدا تعالیٰ کی مرضات کے لئے ہمارے سِلسلہ میں خرچ کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم خرچ کرتے تھے۔‘‘

(ایام الصلح)

آنحضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ اپنے حبیب آقا کے ساتھ ایسی بے نظیر محبّت وفدائیت کا تعلق رکھتے تھے کہ اس کے سامنے دنیا کی ہر چیز ہیچ تھی۔ آپؐ پر اپنی جان چھڑکتے اور پروانوں کی طرح فدا ہو جاتے۔ اصحاب صفہ اس کی بہت عظیم مثال ہے، ہرقسم کی دنیوی اغراض کو پس پشت ڈال کر اپنی زندگیوں کا لمحہ لمحہ اپنے آقا کی صحبت میں گزارنے والے تھے اور اس راہ میں بھوک کی شدت بھی روک نہ بنتی۔ جیسا کہ حضورؑ نے فرمایا:

قد اٰثروک و فارقوا احبابھم
و تباعدوا من حلقة الاخوان

انہوں نے ہرقسم کے دنیوی مال ومتاع کے مقابلہ پر تجھے ترجیح دی اور اپنی تمام دوستیوں اور رشتہ داریوں کو چھوڑ کر تیرے در پر دھونی رما لی اور تیرے ہی ہو کر رہ گئے۔

جب صحابہ مسیح موعودؑ پر نظر ڈالتے ہیں تو یہاں بھی بے شمار ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ دہلی جماعت سے تعلق رکھنے والے فدائی حضرت میر قاسم علی صاحب رضی اللہ عنہ قبولِ احمدیت کی وجہ سے انجمن مؤیدالاسلام کی انتظامیہ کی طرف سے ملازمت چھوڑنے پر مجبور کئے جاتے ہیں تو آپ بخوشی ملازمت چھوڑ دیتے ہیں مگر امام الزمان کا دامن چھوڑنا گوارا نہیں کرتے۔

(بدر 8/دسمبر 1905ء صفحہ 6)

حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب گوڑگانوی رضی اللہ عنہ نہایت مخلص اور باوفا مرید تھے، بیان کرتے ہیں: ’’... میرے گاؤں میں لوگ کہتے ہیں کہ قادیانی ہو تو گئے ہو، میاں کبھی مر گے تو (نعوذباللہ) کتے لاش گھسیٹیں گے یہاں تو کوئی جنازہ بھی نہ پڑھائے گا تو میں ان کو یہ شعر سنا دیتا ہوں کہ:

مجنوں تھا قیس جو کہ بیاباں میں رہ گیا!
ہم تو مریں گے یار کی دیوار کے تلے!‘‘

اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس ایمانی حالت اور ثبات کے بدلے اُن کی وفات سے محض تین روز پہلے انہیں قادیان پہنچا دیا اور تیسرے روز سچ مچ اُسی یار کی دیوار تلے اپنے مولیٰ کو جان سونپ کر اپنی بات پوری کر گئے۔

(اصحاب احمد جلد دوم صفحہ 624)

حیدرآباد دکن سے بیعت کرنے والے سب سے پہلے خوش قسمت حضرت میر مردان علی صاحب رضی اللہ عنہ حضورؑ کے نام اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں: ’’اگر ہماری جانیں بھی حضور کے قدموں پر نثار ہو جائیں تو ہم حق خدمت سے سُبکدوش نہیں ہو سکتے۔‘‘

(الحکم 21/جنوری 1903ء صفحہ 4)

اطاعت ہر جماعت اور نظام کا طرّہ امتیاز ہے۔ تاریخ پر سرسری نظر ڈالنے سے صحابہ کرامؓ اطاعت کے اعلیٰ ترین نمونے پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔حضرت ابوطلحہؓ کے مکان پر مجلس شراب لگی ہوئی تھی کہ اتنے میں

گلی میں کسی نے آواز دی کہ شراب حرام کر دی گئی ہے۔بعض لوگوں نے کہا پتہ تو کرو کہ یہ بات درست بھی ہے؟ مگر دوسرے لوگوں نے کہا نہیں پہلے شراب کے برتن توڑ دو پھر تصدیق کرنا۔ اگر بات غلط ہوئی تو شراب اور آجائے گی لیکن اگر بات درست ہوئی تو ہم کہیں حکم رسولؐ کے نافرمان نہ قرار پائیں۔حضرت انسؓ کہتے ہیں میں نے ایسا ہی کیا اور سوٹا مار کر شراب کے مٹکے توڑ دیئے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ نے بھی اطاعت کے وہ اعلیٰ نمونے دکھائے کہ قرون اولیٰ کی یادیں تازہ ہو گئیں۔ آقا کا پیغام ملتا ہے کہ دہلی پہنچو، تو حضرت مولوی نور الدین صاحب زاد راہ تو دور کی بات جوتا بھی درست طور پر نہیں پہنتے،اور اطاعت اور کامل اطاعت کے جذبہ سے سرشار اسٹیشن کی طرف چل پڑتے ہیں مبادا تعمیل حکم میں تاخیر ہو جائے۔ دنیا کے عظیم ایوانوں تک پہنچنے والے صحابی مسیح موعودؑ حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ سے ان کی کامیابیوں کا راز پوچھا جاتا ہے تو جواب ملتا ہے ’’آقا کی اطاعت اور کامل اطاعت‘‘

آنحضور ﷺ کی آواز ’’بیٹھ جائیں‘‘ کان میں پڑتے ہی اگر دور اوّلین کے عبد اللہ بن مسعودؓ مسجد نبویؐ سے باہر گلی میں ہی بیٹھ جاتے ہیں اور گھسٹتے ہوئے مسجد میں پہنچتے ہیں تو صحابہ مسیح موعودؑ بھی بعینہٖ مثال پیش کرتے نظر آتے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد اقصیٰ قادیان میں لیکچر دے رہے تھے کہ حضرت بابا کریم بخش صاحب سیالکوٹیؓ کسی کام سے باہر گئے۔ واپس آرہے تھے کہ حضور کے یہ الفاظ کانوں میں پڑے: بیٹھ جاؤ۔ یہ الفاظ حضور نے مسجد کے اندر موجود لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمائے تھے۔ لیکن کریم بخش صاحبؓ الفاظ سنتے ہی فوراً بازار میں ہی بیٹھ گئے اور بیٹھے بیٹھے مسجد اقصیٰ کی سیڑھیوں پر پہنچے اور حضورؑ کی تقریر سنی۔

الغرض صحابہ رسول ﷺ کے ساتھ صحابہ مسیح موعودؑ کی مشابہت کے بے شمار واقعات ہیں،ان سب کے متعلق حضورؑ کے مبارک الفاظ میں مختصراً عرض ہے کہ:

’’اُن میں ایسے لوگ کئی پاؤ گے کہ جو موت کو یاد رکھتے اور دلوں کے نرم اور سچی تقویٰ پر قدم مار رہے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت تھی۔ وہ خدا کا گروہ ہے جن کو خدا آپ سنبھال رہا ہے اور دن بدن اُن کے دلوں کو پاک کر رہا ہے اور ان کے سینوں کو ایمانی حکمتوں سے بھر رہا ہے۔ اور آسمانی نشانوں سے اُن کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ جیسا کہ صحابہ کو کھینچتا تھا غرض اس جماعت میں وہ ساری علامتیں پائی جاتی ہیں جو وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ کے لفظ سے مفہوم ہو رہی ہیں۔ اور ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ کا فرمودہ ایک دن پورا ہوتا۔!!!‘‘

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14صفحہ 306-307)

آج کی اس نشست میں ہم نے ایمان و اخلاص، صبر و استقامت اور عشق و وفا کی لازوال داستانیں سنیں جو حضرت مسیح موعودؑ کے فرمائے ہوئے اعلان ’’صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا‘‘ کو پورا کرنے والی ہیں۔ یہ ایمان افروز واقعات سننے کے بعد ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ان واقعات کو اپنے اعمال و کردار کا حصہ بنائیں، یہ داستانیں ماضی کے قصے نہ رہیں بلکہ ہر دور میں زندہ ہوتی رہیں۔ کیونکہ اسی طرح سے اور ہاں اسی طرح سے آج ہم بھی ان عظیم صحابہ کے نقش قدم پر چل کر ایسی ہی داستانیں رقم کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ہمیں نصیحت فرماتے ہیں:

’’تم جو مسیح موعود کی جماعت کہلا کر صحابہ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرو۔ اطاعت ہو تو ویسی ہو۔ باہم محبّت اور اخوّت ہو تو ویسی ہو۔ غرض ہر رنگ میں ہر صورت میں تم وہی شکل اختیار کرو جو صحابہ کی تھی۔‘‘

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ النساء زیر آیت 59)

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی ہمیں ان صحابہ کے نمونوں کو اپنانے اور یاد رکھنے کی بار بار تلقین فرماتے ہیں،ایک موقع پر فرمایا:

’’یہ لوگ خاموشی سے آئے اور محبت وتعلق وفا اور اطاعت کی مثالیں رقم کرتے ہوئے خاموشی سے چلے گئے ...جہاں ہم ان بزرگوں پر رشک کرتے ہیں کہ کس طرح وہ قربانیاں کر کے امام الزماں کی دعاؤں کے وارث ہوئے وہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ آج بھی ان دعاؤں کو سمیٹنے کے مواقع موجود ہیں۔ آئیں اور ان وفاؤں، اخلاص، اطاعت، تعلق اور محبت کی مثالیں قائم کرتے چلے جائیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے چلے جائیں۔ یاد رکھیں جب تک یہ مثالیں قائم ہوتی رہیں گی زمینی مخالفتیں ہمارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتیں۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 12/دسمبر 2003ء صفحہ 9)

بقیہ: جماعت احمدیہ کا نظام خلافت...... از صفحہ 14

اس میں لکھا گیا ہے کہ:

’’اے مسلمانو، کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم اپنے معاملات پر غور کرو اور اس بات کو جان لو کہ اس تہ در تہ ظلمت سے نکالنے والا صرف نظام خلافت ہی ہے‘‘

کیا تم سبحانہ وتعالیٰ کی تصدیق نہیں کرتے جب وہ تمہارے لئے بیان کرتا ہے کہ تم کو کس طرح عزت اور نصرت ملے گی۔’’بلاشبہ تمام کی تمام عزت اللہ کے لئے ہی ہے۔‘‘ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے’’اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔‘‘پس تم اللہ کی مدد کرو، خلافت راشدہ کے قیام کے ذریعے شریعت کو نافذ کرو، تب ہی تمہیں فتح اور عزت ملے گی۔‘‘

آگے چل کر لکھا گیا کہ:

’’خلافت کے ساتھ تم معتصم کی سیرت کو زندہ کرو گے۔تم مدد کے لئے بچوں کی چیخ وپکار کا جواب دے سکو گے جن کو کفار نے عراق کی دشمنی میں ذلیل وخوار کر رکھا ہے اور ان کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ مدد کے لئے اپنے ہاتھ دراز کریں اور یہ منظر دلوں کو چیر دیتا ہے۔ ان بچوں کے چہروں سے معصومیت ٹپکتی ہے جبکہ خوف ان کے دلوں میں بس گیا ہے۔

خلافت کے ذریعے تم اپنے دشمن کے قتال کے لئے نکلو گے تمہارا خلیفہ لڑائی میں تمہاری قیادت کرے گا نہ کہ فرار میں۔ وہ تمہاری حفاظت کرے گا اور تم اس کی قیادت تلے قتال کرو گے اور وہ تمہیں ایک فتح سے دوسری فتح تک لے جائے گا نہ کہ ایک شکست سے دوسری شکست تک۔

اے مسلمانو! خلافت کو قائم کر کے تم عزت پاؤ گے۔اس کو زندہ کرو گے تو کامیاب رہو گے۔ ورنہ تم تہ در تہ ظلمت میں گرتے چلے جاؤ گے اور اس وقت پشیمان ہو گے جب بہت دیر ہو چکی ہو گی۔تب اللہ تعالیٰ ایسی قوم لے آئے گا جو تم سے بہتر ہو گی جو کہ اللہ کے وعدے کو پورا کرے گی۔‘‘

10۔جناب واصف علی واصف یاالٰہی، یاالٰہی کے زیرِعنوان اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

’’یا الٰہی ہمیں لیڈروں کی یلغار سے بچا ہمیں ایک قائد عطا فرما، ایسا قائد جو تیرے حبیب کے تابع فرمان ہو۔اس کی اطاعت کریں تو تیری اطاعت کے حقوق ادا ہوتے رہیں۔‘‘

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 26نومبر 1991ء)

11۔ماہنامہ ’’سبق پھر پڑھ‘‘ اچھرہ لاہور کے مدیر چوہدری رحمت علی صاحب لکھتے ہیں:

’’حیرت وتاسف تو اس بات پر ہے کہ آج کی دنیا میں صرف کفار ومشرکین ہی طاغوتی نظاموں کی سرپرستی نہیں کر رہے مسلمان بھی خلافت سے منہ موڑ کر ایسی ہی من مرضی کی حکومتیں رواں دواں رکھے ہوئے ہیں۔اس میں کیا شک کہ قرآن وسنت کے مطابق پوری اسلامی دنیا کا صرف ایک ہی خلیفہ (سربراہ) ہوسکتا ہے۔

حل ایک ہی ہے کہ خلافت کی گاڑی جہاں سے پٹڑی سے اتری تھی وہیں سے اسے پھر پٹڑی پر ڈال دیا جائے۔ واضح اور دوٹوک تشخیص کے بعد امت کے تمام دکھوں کے لئے ایک ہی شافی نسخہ ہے کہ خلافت کو اس دنیا میں پھر بحال کر دیا جائے۔ وقت گزرتا جا رہا ہے۔ ہمارے محترم بھائی جو آج کسی نہ کسی طور امت کی قیادت پر متمکن ہیں اور وہ جہالت کے سرداروں کی طرف باہم دگر رہتے ہیں، خلافت کو بحال کرنے کے سب سے زیادہ ذمہ دار ہیں۔ پھر قائدانہ مناصب پر ہوتے ہوئے ان کے لئے بحالی خلافت کا کام قدرے آسان بھی ہے۔ لہٰذا وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے سے پہلے اگر یہ کام کر جائیں تو ان شاء اللہ قیامت کے دن اپنے رب کے ہاں سرخرو ہوں گے۔‘‘

(ماہنامہ’’سبق پھر پڑھ‘‘ جلد 2شمارہ 8اگست 1992ء صفحہ 16)

12۔فروری 1947ء میں مسلم سربراہان کی کانفرنس لاہور میں منعقد ہوئی۔اس تاریخی موقعہ پر مولانا عبدالماجد دریا آبادی ایڈیٹر صدق جدید نے ’’خلافت کے بغیر اندھیرا‘‘ کا عنوان دے کر ایک نہایت بصیرت افروز مضمون لکھا مولانا موصوف لکھتے ہیں:

’’اتنے تفرق وتشتت کے باوجود کبھی کسی کا ذہن اس طرف نہیں جاتا کہ عراق کا منہ کدھر اور شام کا رخ کس طرف ہے؟ مصر کدھر اور حجاز اور یمن کی منزل کونسی ہے اور لیبیا کی کونسی؟ ایک خلافت اسلامیہ آج ہوتی تو اتنی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں آج مملکت اسلامیہ کیوں تقسیم در تقسیم ہوتی؟ ایک اسرائیل کے مقابل پر سب کی الگ الگ فوجیں کیوں لانا پڑتیں۔ ترک اور دوسرے فرمانرواآج تک تنسیخ خلافت کی سزا بھگت رہے ہیں اور خلافت کو چھوڑ کر قومیتوں کا جو افسوں شیطان نے کان میں پھونک دیا وہ دماغوں سے نہیں نکالتے۔‘‘

(روزنامہ صدق جدید لکھنؤیکم مارچ 1947ء)

مگر ان بدنصیبوں کو کون بتائے کہ خلفاء کا تقرر خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے اور یہ نعمت عظمیٰ ان لوگوں کے لئے رکھی ہے جو آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کے مصداق ہیں۔ جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے ایک غلام اور عاشق صادق اور آپ کی پیروی اور غلامی سے امتی نبوت کا درجہ پانے والے بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام سے اپنے آپ کو منسوب کیا اور خدا تعالیٰ نے ان کو نعمت خلافت سے نوازا۔

ابو ہشام بن ولی

جماعت احمدیہ کا نظام خلافت

قسط 1

(دس اقساط پر مشتمل ایک نئے سلسلہ کا آغاز)

خلافت کے لغوی معنی

یہ عربی کا لفظ ہے اور قواعد صرف کی رُو سے یہ مصدر کا صیغہ ہے۔اس کا مادہ ’’خلف‘‘(خ۔ل۔ف) ہے جس کے لغوی معنی جانشینی قائمقامی،نیابت،امارت اور امامت کے ہیں۔ان تمام معانی کی تائیدات لغت عرب سے ہوتی ہے۔

1. مِنْ قَوْلِكَ خَلَفَ فُلَانٌ فُلَانًا فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ اِنْ قَامَ مَقَامَهٗ فِيْهِ هٰذِهٖ۔ یعنی اگر ایک شخص دوسرے شخص کے بعد اس کا نائب و قائمقام ہوا تو یہ خلافت ہے۔
(ابن فارس زیر لفظ خلف)

2. المنجد میں اَلخِلَافَةُ کے معنی اَلاِمَارَةُ(امارت)، النِّيَابَةُ عَنِ الغَيرِ(قائمقامی)، الاِمَامَةُ یعنی امامت لکھے ہیں۔
(المنجد زیر لفظ خلف)

3. لسان العرب میں اَلْخِلَافَةُ کے معنی’’ اَلاِمَارَةُ ‘‘یعنی امارت لکھے ہیں۔
(لسان العرب زیر لفظ خلف)

4. مفردات القرآن میں لکھا ہے۔ اَلخِلَافَةُ کے معنی دوسرے کا نائب بننے کے ہیں خواہ وہ نیابت اس کی غیر حاضری کی وجہ سے ہو یا محض نائب کو شرف بخشنے کی غرض سے وہ اس آخری معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو زمین میں خلافت بخشی۔

5. اقرب الموارد میں ’’اَلخِلَافَةُ‘‘ کے درج ذیل معنی بیان کئے گئے ہیں:

1:اَلاِمَارَةُ (حکومت)

2:النِّيَابَةُ عَنِ الغَيرِ اِمَّا لِغَيبِهِ المَنُوبِ عَنهُ اَوْ لِمَوتِهِ اَوْ لِعِجزِهٖ اَوْ لِتَشرِيفِ المُستَخلَفِ۔یعنی دوسرے کی نیابت کرنا خلافت کہلاتا ہے۔خواہ وہ نیابت جس کی نیابت کی گئی ہو اس کی غیر حاضری کی وجہ سے ہو یا موت یا کسی کام میں عجز کی وجہ سے ہو۔اور بعض اوقات یہ نیابت صرف عزت افزائی کے لئے ہوتی ہے۔جیسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو زمین میں خلیفہ بناتا ہے تو یہ صرف ان کے اعزاز کی خاطر ہوتا ہے نہ کہ کسی اور وجہ سے۔

3:اورشرعی معنی خلافت کے امامت کے ہیں۔

خلافت کے اصطلاحی معنی

اصطلاحی طور پر نبوت کی قائمقامی کا نام خلافت ہے۔خلیفہ وہ ہے جو اپنے انوار و برکات کے لحاظ سے نبی کا جانشین ہوتا ہے۔نبی کے فرائض کو بجالاتا ہے اور اس کے قائمقام کے طور پر امت کا مطاع اور واجب التسلیم ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’خلیفہ کےمعنی جانشین کے ہیں۔جو تجدید دین کرے۔نبیوں کے زمانہ کے بعد جو تاریکی پھیل جاتی ہے اس کو دور کرنے کے واسطے جو ان کی جگہ آتے ہیں انہیں خلیفہ کہتے ہیں‘‘
(ملفوظات جلد 2 نیا ایڈیشن صفحہ 666)

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

’’خلیفہ درحقیقت رسول کا ظل ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے۔سو اسی غرض سے اللہ تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے محروم نہ ہو۔‘‘
(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 353)

خلافت کی اقسام

قرآن کریم سے تین قسم کی خلافتوں کا ذکر ملتا ہے۔

1۔خلافت نبوت

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 31 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً یعنی زمین پر ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

اسی طرح انہی معنوں میں یعنی خلافت نبوت سے سرفراز کرنے کے معنوں میں حضرت داوٗد علیہ السلام کو خلیفہ بنایا گیا جیسا کہ سورۃ صٓ میں آتا ہے کہ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
(صٓ:27)

یعنی اے داوٗد !یقیناً ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔پس لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر اور میلان طبع کی پیروی نہ کر ورنہ وہ (میلان) تجھے اللہ کے رستے سے گمراہ کردے گا۔

پس حضرت آدمؑ اور حضرت داود علیہ السلام کو خلیفہ صرف نبی اور مامور ہونے کے معنوں میں کہا گیا ہے۔چونکہ وہ اپنے زمانے کی ضرورت کے مطابق صفات الٰہیہ کو دنیا میں ظاہر کرتے تھے اور اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ظل بن کر ظاہر ہوئے۔اس لئے اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کہلائے۔

2۔خلافت قومی

قرآن کریم سے جس دوسری قسم کی خلافت کا علم ہوتا ہے۔وہ خلافت قومی ہے۔جیسا کہ سورۃ الاعراف میں آتا ہے

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ
(الاعراف:70)

اور یاد کرو جب اس نے نوح کی قوم کے بعد تمہیں جانشین بنایا تھا۔ یعنی قوم نوح کی تباہی کے باوجود ان کے بعد ان کی جگہ تم کو دنیا میں حکومت اور غلبہ حاصل ہوگیا۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ
(الاعراف:75)

یاد کرو جب تم کو اللہ تعالیٰ نے عاد اولیٰ کی تباہی کے بعد ان کا جانشین بنایا اور حکومت تمہارے ہاتھ میں آ گئی۔

اور اسی طرح سورۃ مائدہ آیت نمبر 21 کے مطابق قوم موسیٰ میں نبی بھی مقرر کئے تھے اور بادشاہ بھی۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ یہود کو ہم نے دو طرح خلیفہ بنایا۔اِذْ جَعَلَ فِيكُمْ کے تحت انہیں خلافت نبوت دی اور جَعَلَكُمْ مُلُوكًا کے ماتحت انہیں خلافت ملوکیت دی۔

پس ہر قوم جو پہلی قوم کی تباہی پر اس کی جگہ لیتی ہے۔ان معنوں میں بھی خلیفہ کا لفظ قرآن مجید میں متعدد بار استعمال ہوا ہے۔لہذا قرآن کریم کے مطابق خلافت کی دوسری قسم خلافت قومی ہے جس کے تحت ہر قوم جو پہلی قوم کی جگہ لیتی ہے وہ قرآنی محاورہ کے مطابق اس قوم کی خلیفہ کہلاتی ہے۔

3۔خلافت علیٰ منہاج النبوۃ

قرآنی محاورہ کے مطابق تیسری قسم کی خلافت وہ ہے جس کے مطابق نبی کے جانشین بھی خلیفہ کہلاتے ہیں جو اس کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں اور نبی کے ماننے والوں میں اتحاد و تنظیم قائم رکھنے والے ہوں۔خواہ وہ نبی ہوں یا غیر نبی جیسا کہ آیت استخلاف (نور:56) سے ظاہر ہے۔

اسی طرح سورۃ الاعراف آیت نمبر 143میں ہے۔ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا میری قوم میں میری قائمقامی کر اور اصلاح کر مفسدوں کی راہ کی پیروی نہ کر۔

پس اس آیت کریمہ کی رو سے حضرت ہارون علیہ السلام ایک تابع نبی بھی ہوئے اور ایک حکمران نبی کے خلیفہ بھی۔اس جگہ حضرت ہارون علیہ السلام کی خلافت، خلافت نبوت نہ تھی بلکہ خلافت انتظامی تھی۔مگر اس قسم کی خلافت بعض دفعہ خلافت انتظامی کے علاوہ خلافت نبوت بھی ہوتی ہے یعنی ایک سابق نبی کی امت کی درستگی اور اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ بعض دفعہ ایک اور نبی مبعوث فرماتا ہے جو پہلے نبی کی شریعت ہی کو جاری کرتا ہے۔کوئی نئی شریعت نہیں لاتا۔حالانکہ نبوت کے عہدہ پر وہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے۔جس قدر انبیاء حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں آئے سب اسی قسم کے خلفاء تھے جیسا کہ سورۃ مائدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ
(مائدہ:45)

یعنی ہم نے تورات کو یقیناً ہدایت اور نور سے بھرپور اتارا تھا۔اس کے ذریعہ سے انبیاء جو ہمارے فرمانبردار تھے اور عارف اور علماء بہ سبب اس کے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی حفاظت چاہی گئی تھی۔اور وہ اس پر نگران تھے۔یہودیوں کے لئے فیصلہ کیا کرتے تھے۔

1۔اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کئی انبیاء اور کئی غیر نبی جن کو اس آیت میں ربانی اور احبار کہا گیا ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے قیام کے لئے یا دوسرے لفظوں میں ان کے خلیفہ کی حیثیت سے بنی اسرائیل میں آتے رہے۔

2۔ احادیث میں حضرت امام مہدیؑ کے لئے جو هٰذَا خَلِيْفَةُ اللّٰهِ المَهدِي یعنی اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہے(ابن ماجہ جلد نمبر 2 صفحہ 279 مطبوعہ مصر) کی حدیث میں خلیفہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔وہ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ(النور:56) کے مطابق بنی اسرائیل کے خلفاء کے ہم معنی استعمال ہوا ہے۔کیونکہ امام مہدیؑ انبیاء بنی اسرائیل کی طرح حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلیفہ ہوئے تھے۔

3۔ نبی کے وہ جانشین بھی خلیفہ کہلاتے ہیں جو غیر نبی ہوں مگر اس نبی کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں یعنی اس کی شریعت پر قوم کو چلانے والے ہوں اور ان میں اتحاد قائم رکھنے والے ہوں۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے خلفاء راشدین اور حضرت مسیح موعودؑ کے خلفاء ہیں۔ یہ خلفاء بھی خلافت کی اس تیسری قسم یعنی خلافت علیٰ منہاج نبوت میں شامل ہیں۔ اس کا ثبوت آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ ہے جس میں اپنے بعد خلافت علیٰ منہاج النّبوت کے قائم ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔ جیسا کہ آپ نے ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ (مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 273) والی مشہور حدیث میں پیشگوئی فرمائی ہے۔

نظام خلافت کے اغراض و مقاصد

اللہ تعالیٰ نے اس عالم کائنات میں بیشمار اور ان گنت مخلوقات پیدا کی ہیں۔ جن میں سے انسان کو یہ شرف اور اعزاز حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اس حقیقت کی تائید متعدد آیات کریمہ سے ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں انسان کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

هُوَالَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا
(البقرہ: 30)

وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کا سب پیدا کیا جو زمین میں ہے۔

اسی طرح ایک دوسری آیت کریمہ میں فرمایا:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا ﴿۷۱﴾
(بنی اسرائیل: 71)

اور یقیناً ہم نے ابنائے آدم کو عزت دی اور انہیں خشکی اور تری میں سواری عطا کی اور انہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا اور اکثر چیزوں پر جو ہم نے پیدا کیں انہیں بہت فضیلت بخشی۔

پس اب ظاہر ہے کہ اس کائنات کی سب سے اہم مخلوق جس کے لئے یہ ساری کائنات پیدا کی گئی ہے ضرور اس کی پیدائش کا بھی کوئی مقصد ہونا چاہئے جو سب سے اہم اور اعلیٰ ہونا چاہئے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں قرآن کریم کی درج ذیل آیت میں ہماری راہنمائی کی گئی ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ
(الذاریات: 57)

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اور صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

انسان کی پیدائش کا مقصد عبادت قرار دینے میں دراصل حکمت یہ تھی کہ اس طریق سے انسان خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر بن سکے۔۔ جیسا کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ (تم اللہ کے اخلاق کو اپناؤ) سے ظاہر ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر بنو۔ اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ
(مسند احمد بن حنبل جلد دوم صفحہ 323)

اللہ تعالیٰ کا آدم کو اپنی صورت پر پیدا کرنا

اب ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی مادی وجود نہیں ہے۔ لہٰذا اس حدیث کا یہی مطلب ہے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد اس کے ذریعہ صفات باری تعالیٰ کا ظہور تھا۔ اسی طرح ایک حدیث قدسی ہے کہ

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَرَدْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ اٰدَمَ
(مزیل الخفاء الالباس جلد 2 صفحہ 123 مصنفہ اسمٰعیل بن العجلونی)

یعنی میں نے ارادہ کیا کہ میں پہچانا جاؤں پس میں نے آدم کو پیدا کیا۔ چنانچہ اسی عظیم مقصد کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً
(البقرہ: 31)

یقیناً میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

پس یہی وہ عظیم مقصد اور مشن تھا جس کے پیش نظر انبیاء علیہم السّلام کا سلسلہ جاری کیا گیا جس کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور تکمیل افضل الرسل خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کے بابرکت وجود سے ہوئی۔ بعض روایات کے مطابق دنیا کو ہر قوم، ہر علاقے اور ہر زمانہ میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث ہوئے۔ پھر انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ جس نظام کی تخم ریزی ہوئی اس کی آبیاری کے لئے انبیاء کے بعد خلافت کا سلسلہ جاری فرمایا جس کی تصدیق اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

مَا كَانَتْ نُبُوَّةٌ قَطُّ اِلَّا تَبِعَتْهَا خِلَافَةٌ
(مجمع الزوائد علی بن ابی بکر الھیثمی جلد 5 صفحہ 188 دارالکتاب العربی)

یعنی کوئی بھی ایسی نبوت نہیں گزری جس کے بعد خلافت نہ ہوئی ہو۔

پس اس حدیث پاک سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں پر خلافت سے مراد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہے جو نبوت کے جانشین اور قائمقام ہوتی ہے۔ جس کے قیام کا مقصد درحقیقت برکات رسالت کو جاری رکھنا ہوتا ہے اور وہ مقصد جس کے پیش نظر انسان کو پیدا کیا گیا ہے نبی سابق کی تعلیم کی روشنی میں اس کی راہنمائی کرنا۔ نیز تجدید دین کرنا اور نبی کے وجود کو ظلی طور پر قائم رکھنا ہوتا ہے۔ اور نبی کے ماننے والوں میں اتحاد و تنظیم قائم رکھنا ہے۔

جماعت احمدیہ میں نظام خلافت کے قیام کو سمجھنے کے لئے سورۃ النور کی آیت 56 (جو آیت استخلاف کے نام سے معروف ہے) ہماری مکمل راہنمائی کرتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۶﴾
(النور: 56)

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ان سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لئے ان کے دین کو، جو اس نے ان کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور ان کی خوف کی حالت کے بعد ضرور انہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

اس آیت کو آیت استخلاف کہا جاتا ہے جس میں یہ بات ظاہر فرمائی گئی ہے کہ جس طرح خدا نے پہلے انبیاء کے بعد خلافت کا سلسلہ جاری فرمایا تھا اسی طرح آنحضور ﷺ کے بعد بھی جاری فرمائے گا اور وہ خلافت نبی کے نور کو لے کر آگے بڑھے گی اور آنحضرت ﷺ کی نبوت کا تتمہ ثابت ہوگی۔ اس آیت کریمہ میں نظام خلافت کے تمام بنیادی ضروری مضامین بیان کر دیئے گئے ہیں جن کی تفصیل میں اپنے اپنے موقع پر جایا جائے گا مگر اس جگہ صرف نظام خلافت کے مقاصد کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ چنانچہ آیت استخلاف میں نظام خلافت کے درج ذیل تین بنیادی مقاصد بیان کئے گئے ہیں۔

1. تمکنت دین یعنی نظام خلافت دین کی مضبوطی کا باعث بنتا ہے۔
2. خوف کا امن میں تبدیل ہونا۔ یعنی دین پر جب بھی کوئی خوف یا خطرے کی گھڑی آتی ہے تو نظام خلافت کے ذریعہ وہ خوف امن اور سکون میں تبدیل ہوجاتا ہے۔
3. توحید باری تعالیٰ کا قیام۔ جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا ہے کہ انسان کی پیدائش اور انبیاء علیہم السّلام کی بعثت کا مقصد خدا تعالیٰ کی صفات کا ظہور ہے۔ یعنی توحید خداوندی کا قیام۔ پس مذہب اور دین کا یہ بنیادی مقصد بھی نبوت کے بعد خلافت کے ذریعہ پورا ہونے میں مدد ملتی ہے۔ جہاں اس سے توحید خداوندی کے قیام میں مدد ملتی ہے وہاں اس کے لازمی نتیجہ کے طور پر امت میں وحدت اور اتحاد و یگانگت پیدا ہوتی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نظام خلافت کے قیام کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہتا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہوجائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتی ہے مخالفوں کو ہنسی ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقع دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کی ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔

1۔ اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔

2۔ دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہوجاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہوجائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑجاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔

پس جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے معجزہ کو دیکھتا ہے۔ جیسے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جب کہ آنحضرت ﷺ کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہوگئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہوگئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کرکے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا۔

وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ

آمَنًا (النور:56) یعنی خوف کے بعد ہم ان کے پیر جما دیں گے۔‘‘

(الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 104)

اسی طرح ایک دوسری جگہ خلافت کی اغراض بیان کرتے ہوئے فرمایا:

’’خلیفہ درحقیقت رسول کا ظل ہوتا ہے چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلّی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے۔ سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے نہ رہے۔‘‘

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 353)

حضرت مسیح موعودؑ سے ایک موقع پر سوال کیا گیا کہ خلیفہ آنے کا مدعا کیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

’’دیکھو! حضرت آدم سے اس نسل انسانی کا سلسلہ شروع ہوا اور ایک مدت دراز کے بعد جب انسانوں کی عملی حالتیں کمزور ہو گئیں اور انسان زندگی کے اصل مدعا اور خدا کی کتاب کی اصل غایت بھول کر ہدایت کی راہ سے دور جا پڑے تو پھر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ایک مامور اور مرسل کے ذریعہ سے دنیا کو ہدایت کی اور ضلالت کے گڑھے سے نکالا۔ شان کبریائی نے جلوہ دکھایا اور ایک شمع کی طرح نور معرفت دنیا میں دوبارہ قائم کیا گیا۔ ایمان کو نورانی اور روشنی والا ایمان بنا دیا۔

غرض اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ سے یہی سنت چلی آتی ہے کہ ایک زمانہ گزرنے پر جب پہلے نبی کی تعلیم کو لوگ بھول کر راہ راست اور متاع ایمان اور نور معرفت کو کھو بیٹھتے ہیں اور دنیا میں ظلمت اور گمراہی، فسق وفجور کا چاروں طرف سے خطرناک اندھیرا ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی صفات جوش مارتی ہیں اور ایک بڑے عظیم الشان انسان کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا نام اور توحید اور اخلاق فاضلہ پھر نئے سرے سے دنیا میں اس کی معرفت قائم کر کے خدا تعالیٰ کی ہستی کے بین ثبوت ہزاروں نشانوں سے دیئے جاتے ہیں اور ایسا ہوتا ہے کہ کھویا ہوا عرفان اور گمشدہ تقویٰ طہارت دنیا میں قائم کی جاتی ہے اور ایک عظیم الشان انقلاب واقع ہوتا ہے۔ غرض اسی سنت قدیمہ کے مطابق ہمارا یہ سلسلہ قائم ہوا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم نیا ایڈیشن صفحہ 561-560)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خلافت کے قیام کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

’’خلافت خدا کی طرف سے ایک بڑا انعام ہے۔ جس کا مقصد قوم کو متحد کرنا اور تفرقہ سے محفوظ رکھنا ہے۔ یہ وہ لڑی ہے جس میں جماعت موتیوں کی مانند پروئی ہوئی ہے۔ اگر موتی بکھرے ہوں تو نہ تو محفوظ ہوتے ہیں اور نہ ہی خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتی خوبصورت اور محفوظ ہوتے ہیں۔ اگر قدرت ثانیہ نہ ہو تو دین حق کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 23 مئی تا 5 مئی 2003ء)

حضرت قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نظام خلافت کے اغراض و مقاصد تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’قرآن شریف کی تعلیم اور سلسلہ رسالت کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی رسول اور نبی کو بھیجتا ہے تو اس سے اس کی غرض یہ نہیں ہوتی کہ ایک آدمی دنیا میں آئے اور ایک آواز دے کر واپس چلا جاوے بلکہ ہر نبی اور رسول کے وقت خدا تعالیٰ کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں ایک تغیر اور انقلاب پیدا کرے جس کے لئے ظاہر اسباب کے ماتحت ایک لمبے نظام اور مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے اور چونکہ ایک انسان کی عمر بہرحال محدود ہے۔ صرف تخم ریزی کا کام لیتا ہے اور اس تخم ریزی کو انجام تک پہنچانے کے لئے نبی کو وفات کے بعد اس کی جماعت میں سے قابل اور اہل لوگوں میں یکے بعد دیگرے اس کے جانشین بنا کر اس کے کام کی تکمیل فرماتا ہے۔ یہ جانشین اسلامی اصطلاح میں خلیفہ کہلاتے ہیں۔‘‘

(بحوالہ ماہنامہ خالد ربوہ مئی 1960ء)

خلافت کی ضرورت واہمیت

جماعت احمدیہ کی خوش نصیبی اور خوش بختی ہے کہ اسے خلافت جیسی عظیم نعمت حاصل ہے۔ اگر جماعت احمدیہ میں نظام خلافت قائم نہ ہوتا تو آج جماعت احمدیہ کا نفوذ 200 سے زائد ممالک میں نہ ہوتا۔ یہ خلافت کی ہی برکت ہے کہ جس نے جماعت میں شیرازہ بندی اور وحدت کو قائم رکھا ہوا ہے ورنہ جماعت احمدیہ بھی کئی فرقوں میں تقسیم ہو چکی ہوتی۔

پس خلافت تتمہ نبوت ہے اس کے ذریعہ سے صحیح دین کی حفاظت ہوتی ہے دین کو تمکنت حاصل ہوتی ہے۔ جماعت مومنین کی شیرازہ بندی اور اتحاد کا استحکام ہوتا ہے۔ نبی کی روحانیت کا دور ممتد رہتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نظام خلافت کو قائم نہ کرے تو کہنا پڑے گا کہ قیام نبوت کا عظیم مقصد ناقص اور نامکمل رہ گیا۔ اس لئے شرعاً اور عقلاً بھی نبوت کے بعد خلافت کا ہونا لازمی ہے۔

خلافت کی ضرورت واہمیت کا اندازہ ذیل کے حوالہ جات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے جن میں خلافت کی نعمت سے محروم جماعتوں و تحریکوں کے عمائدین وسربراہان ودانشوروں نے خلافت کی ضرورت کا ایسے ہی کھل کر اظہار کیا ہے جس طرح خشک سالی میں باران رحمت کا انتظار کیا جاتا ہے۔

1۔ حضرت اسماعیل شہید خلافت کی جستجو اور اس نعمت کے لئے دعا کرنے کے بارہ میں تحریر کرتے ہیں۔

’’نزول نعمت الٰہی یعنی ظہور خلافت راشدہ سے کسی زمانہ میں مایوس نہ ہونا چاہیئے اور اسے مجیب الدعوات سے طلب کرتے رہنا چاہیئے اور اپنی دعا کی قبولیت کی امید رکھنا اور خلیفہ راشد کی جستجو میں ہروقت ہمت صرف کرنا چاہیئے۔ شاید یہ نعمت کاملہ اسی زمانہ میں ظہور فرمادے اور خلافت راشدہ اس وقت ہی جلوہ گر ہوجاوے۔‘‘

(منصب امامت صفحہ 28 گیلانی پریس ہسپتال روڈ لاہور مطبوعہ 1949ء)

2۔ مشہور صحافی م۔ش تحریر کرتے ہیں کہ:

’’پاکستان کے مقاصد کی تکمیل پارلیمانی یا صدارتی نظام ہائے حکومت رائج کرنے سے نہیں بلکہ خلافت کے قیام سے ہی کی جا سکتی ہے۔‘‘

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 21 مارچ 1947ء)

3۔ اہل قرآن کے لیڈر غلام احمد صاحب لکھتے ہیں:

’’ہمارے لئے کرنے کا کام یہ ہے کہ پھر سے خلافت علیٰ منہاج رسالت کا سلسلہ قائم کیا جائے جو امت کو احکام وقوانین خداوندی کے مطابق چلائے۔‘‘

(ماہنامہ طلوع اسلام مارچ 1977ء صفحہ 6)

4۔ اہلحدیث کا ترجمان رسالہ تنظیم اہلحدیث لکھتا ہے:

’’اگر زندگی کے ان آخری لمحات میں ایک دفعہ بھی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا نظارہ نصیب ہوگیا تو ہوسکتا ہے کہ ملت اسلامیہ کی بگڑی سنور جائے اور روٹھا ہوا خدا پھر سے مان جائے اور بھنور میں گھری ہوئی ملت اسلامیہ کی ناؤ شائد کسی طرح اس کے نرغے سے نکل کر ساحل عافیت سے ہمکنار ہو جائے ورنہ قیامت میں خدا ہم سے پوچھے گا کہ دنیا میں تم نے ہر ایک اقتدار کے لئے زمین ہموار کی۔ کیا اسلام کے غلبہ اور قرآن کریم کے اقتدار کے لئے بھی کچھ کیا؟‘‘

(ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث لاہور 12 ستمبر 1969ء)

5۔ ماہنامہ جدوجہد لاہور لکھتا ہے:

’’مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک تیس ممالک کا ایک عظیم اسلامی بلاک صرف اتحاد واتفاق کی نعمت سے محروم ہونے کی وجہ سے مغربی اقوام سے پٹ رہا ہے۔ اب وقت کا تقاضا ہے کہ مسلمان ممالک متحد ہو کر اس دشمن اسلام اقوام متحدہ کو چھوڑ کر خلافت اسلامیہ کا احیاء کریں۔ ایک فعال قوت کی حیثیت سے زندہ رہنے کا یہی ایک طریقہ ہے۔‘‘

(ماہنامہ جدوجہد لاہور اگست 1974ء)

6۔ احیائے خلافت کی حالیہ تحریکوں میں سے ایک تحریک کے داعی چوہدری رحمت علی صاحب ’’دارالسلام‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’نفاذ غلبہ اسلام اور وجود قیام خلافت لازم وملزوم ہیں۔ بالفاظ دیگر جیسے دن سورج کا محتاج ہے اور بغیر اندھیرے کے رات کا تصور ناممکن ہے اسی طرح خلافت معرض وجود میں ہوگی تو اسلام کا نفاذ غلبہ ممکن ہوگا ورنہ ’’ایں خیال است ومحال است وجنوں‘‘ نیز تاریخ مزید ثبوت مہیا کرتی ہے کہ جب خلافت اپنے عروج پر تھی اسلام کا بھی وہی سنہری دور تھا۔‘‘

(دارالسلام عمران پبلیکیشنز اچھرہ لاہور 1985ء صفحہ 3)

7۔ جناب فضل محمد یوسف زئی استاد جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی لکھتے ہیں:

’’مسلمان ترس رہے ہیں کہ کاش ہماری ایک خلافت ہوتی، ہمارا ایک خلیفہ ہوتا، کاش ہماری ایک بادشاہت ہوتی، کاش ہمارا ایک بادشاہ ہوتا جس کی بات پوری دنیا کے مسلمانوں کی بات ہوتی جس میں وزن ہوتا جس میں عظمت ہوتی جس میں شجاعت ہوتی جس کی وجہ سے اقوام متحدہ میں ان کی حیثیت ہوتی عالمی برادری میں ان کی قیمت ہوتی ویٹو پاور میں ان کا مقام ہوتا سلامتی کونسل میں اس کا نام ہوتا۔‘‘

(ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک مارچ 2000ء صفحہ 58)

8۔ تحریک خلافت کے داعی اور تنظیم اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں:

’’اول دور خود حضور ﷺ اور خلفائے راشدین کا دور ہے جسے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کہا جاتا ہے اور قیامت سے پہلے آخری دور میں پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا نظام قائم ہوگا۔ اس قول سے یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ حضور ﷺ نے اسلام کا نظام عدل اجتماعی جس طریقے سے قائم فرمایا تھا صرف اسی طریقے سے اب یہ نظام قائم ہوسکتا ہے وہ طریقہ یہ ہے کہ پہلے ہر شخص اپنی ذات میں اللہ کا خلیفہ بنے پھر اپنے گھر اور دائرہ اختیار میں خلافت کا حق ادا کرے اور جو لوگ یہ دو مرحلے طے کر لیں انہیں بنیان مرصوص بنا کر ایک نظم میں پرو دیا جائے اور پھر یہی لوگ باطل کے ساتھ ٹکرا جائیں، میدان میں آ کر منکرات کو چیلنج کریں اور اپنے سینوں میں گولیاں کھائیں۔‘‘

(پاکستان میں نظام خلافت۔ امکانات، خدوخال اور اس کے قیام کا طریق صفحہ 132 انجمن خدام القرآن لاہور 1993ء)

9۔ ’’حزب التحریر‘‘ نامی تنظیم کی طرف سے مورخہ 13/اپریل 2003ء کو ایک پمفلٹ اسلام آباد میں تقسیم کیا گیا جس کا عنوان تھا۔ ’’حزب التحریر کی پکار‘‘ صرف خلافت کے ذریعہ ہی تم فتح حاصل کرو گے۔‘‘

بقیہ صفحہ 11 پر

کوثر ضیاء

پرانی یادوں کے آنگن میں

یاد اک زخم بن گئی ورنہ
بھول جانے کا کچھ خیال تو تھا

اگست کا مہینہ ہر سال آتا ہے۔ الوہی جذبوں، امنگوں اور ہری بھری امیدوں کی ایک گھنی برسات اپنے سنگ لے کر آتا ہے۔ یادوں کے خوبصورت شیش محل پر دستک دیتا ہے۔سوچوں کے در وا ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔۔۔ اگست کا مہینہ دنیا کے نقشے پر ایک نیا ملک ابھرنے کا مہینہ، ہجرت کا مہینہ، ایک ملک سے دوسرے ملک ہجرت کا مہینہ، جماعت احمدیہ کے ایک مرکز سے دوسرے مرکز ہجرت کا مہینہ، گرمی، گھٹن، راہ پرخار، لیکن امید کا دیا تیز ہواؤں کے تھپیڑوں کے باوجود بجھنے نہ پایا۔ نیا ملک ہو گا،نئی زمین، پاک گیتی، جس کی قدم بوسی کرنے کو ہے۔ اپنی زمین اپنی چھت ہو گی، آزادی کی فضامیں سانس لیں گے، کوئی ڈر کوئی خوف نہیں ہو گا۔ قائد اعظم کا پاکستان، جس میں ہر مذہب اور ملت کے لوگ، ہر زبان اور نسل کے لوگ ہنسی خوشی رہیں گے۔محبت کا پرچار کریں گے۔ ہر کسی سے محبت کریں گے، نفرت کی فصل کاٹ دیں گے۔ مگر یہاں تو انتہا پسندی کا بیج بو دیا گیا۔ اسکی آبیاری کرنے والے وہ تھے جو وطن عزیز کو ہنستا کھیلتا، پھلتا پھولتا نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ اس مادر گیتی میں مذہبی اجارہ داری قائم کر لی۔ مذہب کے نام پرخون ہونے لگے۔ تعصب کے شعلوں نے نظریات کو کھوکھلا کر دیا اور اس سرزمین میں وہ ہو گیا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اور یوں ستمبر 1974ء کا پرآشوب دور بھی دیکھا اس کی کچھ تلخ، کسیلی، کٹیلی یادیں ذہن کے دریچوں سے جھانکتی ہیں تو بہت سارے سوال جنم لیتے ہیں۔

- اس وطن کی مضبوط اساس جس نظریے پرتھی اس کو کس کی نظر بد کھا گئی؟
- اس وطن عزیز کے لیے دیکھے جانے والے امن و آشتی اور سلامتی کے خواب ابھی تک تعبیر سے محروم کیوں ہیں؟

پچھلے دنوں جلسہ سالانہ UK دیکھتے ہوئے دل اس قدر شکر کے جذبات سے لبریز ہوا۔ اتنے خوبصورت روحانی ماحول سے مستفیض ہوا۔ خدا تعالی کے جماعت احمدیہ پر فضلوں اور احسانوں کا سوچ کر روح تک نے سجدہ کیا۔

سوچوں کی اڑان ستمبر 1974ء تک پہنچ گئی۔ میری نسل کے لوگوں کے لیے شاید یہی شعور و آگہی کے دور کا آغاز تھا۔

مخالفت، پرآشوب دور، جلوس، ہنگامے، تکفیر کے فتوے، وہ پڑوسی سالہا سال سے ہم پیالہ و ہم نوالہ تھے، اچھوت سمجھنے لگے تھے۔ کیسی زہریلی ہوائیں چل پڑی تھیں۔

لیکن ان تمام حالات کے باوجود خدا تعالی کا لاکھ لاکھ شکر کہ ماں باپ نے ہمارے حوصلے پست نہ ہونے دیئے۔ ہمیں سلسلہ سے جوڑے رکھا۔ گھر کا ماحول، ہماری تعلیم، ہماری تربیت، خلافت کے بابرکت سائے تلے ہوتی رہی۔

-اس وقت ہم راولپنڈی میں ایک کالونی میں رہائش پذیر تھے۔ گھر کے بالکل سامنے جامع مسجد تھی اس کے پیش امام صاحب محکمہ اوقاف کی طرف سے متعین تھے۔ ان کا بڑا بیٹا اور میرے بڑے بھائی جان کلاس فیلو تھے۔ مسجد کے رہائشی حصے کا دروازہ ہمارے دروازے کے سامنے دس فٹ کے فاصلے پر تھا۔ ہم دونوں گھرانوں کا بہت پیار کا تعلق تھا۔ ہمارا گھر ہمیشہ سے نماز سنٹر تھا اور کالونی کے سب لوگوں کو پتہ تھا۔ مولوی صاحب کی بیگم نے جب کبھی کوئی شادی اٹینڈ کرنی ہوتی تو میری امی کا سونے کا زیور مانگ کر پہنتیں تھیں۔ میرے بھائی جان نعیم دس بارہ سال تک اس مسجد کے مینار پر چڑھ کر بھی اور مین ہال سے لاؤڈ سپیکر سے ہر قسم کے اعلانات کیا کرتے تھے۔ 74 میں جب مسجد کے مینار سے کفر کے فتوے بلند ہونے لگے اور بھائی جان کا مسجد میں جانا بند ہوا تو وہ ہمیشہ یہی کہا کرتے تھے آنے والے دنوں میں یہ مسجدیں ہمیں ہی سنبھالنی ہیں۔

بہرحال 74 میں ہم سکولوں سے اس لیے نہیں نکالے گئے تھے کہ ہم احمدی تھے بلکہ اس لیے کہ ہم بولتے تھے۔ ہر بات کا جواب دلیل سے دیتے تھے۔ امی ابو سے جواب پوچھ کر جاتے تھے۔ ایک دو اساتذہ کافی کٹر تھے طنز کرنا، ہنس کر کوئی چبھتی ہوئی بات کہنا۔ ڈر خوف تو تھا لیکن دینی غیرت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا تھا۔

اس وقت میں میٹرک میں تھی۔ دسمبر کا مہینہ آیا تو اردو کی ٹیچر نے ہوم ورک میں ایک مضمون لکھنے کو دیا۔جس کا عنوان تھا ’’میری زندگی کا ناقابل فراموش دن‘‘

میں نے 7 ستمبر کا واقعہ من وعن لکھ دیا۔

میں نے اس طرح لکھنا شروع کیا کہ شام کا وقت تھا آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چل رہے تھے ہلکی ہلکی پھوار بھی شروع ہوگئی تھی امی نے 5 بجے کی خبریں سننے کے لیے ریڈیو آن کیا تو خبر آئی کہ آج پاکستان کی قومی اسمبلی نے متفقہ بل پاس کر کے جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار دے دیا ہے۔ رات کو لیٹ جب میرے ابو جان گھر واپس آئے تو میں نے انہیں غیر اسلامی طریق پر سلام کہا۔ ابو جان نے پوچھا۔آپ کیا کہہ رہی ہو؟۔ میں نے جواب دیا۔ جی ابو! آج سے حکومت نے ہمیں غیر مسلم جو بنا دیا ہے اس پر ابو جان نے سمجھایا۔ بیٹا! کسی کے کہنے سے کوئی اپنا مذہب کیسے بدل سکتا ہے یہ تو بندے کے دل کا اور خدا کا معاملہ ہے۔۔۔

اس طرح چار صفحوں کا مضمون لکھا اس دن اس موضوع پر گھر پر جتنی باتیں ہوئیں ساری لکھ دیں اور صبح کاپی ساری کلاس کی کاپیوں کے ساتھ ٹیچر کو دے دی۔ انجام سے بے خبر ہو کر۔

یہاں پر اپنے والد صاحب چوہدری محمد اقبال کا ذکر کر دوں۔ اس پرآشوب دور میں دو یا تین راتیں تھانے میں بھی گزاریں۔سیکورٹی کے اداروں کا خیال تھا کہ ان کا عقیدہ لوگوں کے لیے نقص امن کا باعث ہوسکتا ہے۔ اس لیے ان کی طرف سے ہدایت تھی کہ وہ سارا دن لوگوں کو نظر نہ آئیں۔ اس لیے وہ صبح منہ اندھیرے گھر سے نکل جاتے تھے اور رات کو بہت لیٹ گھر آتے تھے۔ ہماری کالونی کی دیواروں پر ابا جان کے خلاف نعرے لکھے ہوئے تھے۔ اقبال کافر ہے اقبال چور ہے وہ وقت کافی مشکل تھا۔

بہرحال اس مضمون کا ذکر ہو رہا تھا۔ ایک دو دن تک تو ٹیچر نے کاپیاں چیک نہیں کیں۔ لیکن جونہی تیسرا دن آیا میرا دل خوف کھانے لگ گیا۔ امی سے میں نے ذکر نہیں کیا تھا کہ میں یہ سب کچھ مضمون میں لکھ چکی ہوں۔ چوتھا دن آیا تو ٹیچر نے ساری کاپیاں کلاس میں بھجوا دیں مگر اس میں میری کاپی نہ تھی۔ اب تو صحیح معنوں میں میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ ہمارا کلاس روم کافی فاصلے پر مگر سٹاف روم کے سامنے واقع تھا۔ ٹیچر کو میں نے آتے ہوئے دیکھ لیا تھا ان کے ہاتھ میں کاپی تھی۔ آیا کو بھیجا کہ کوثر کو بلا کر لاؤ۔ میں پتہ نہیں کس طرح انکے پاس پہنچی تو انہوں نے میرا کان مروڑا، ایک ہلکی سی چپت رسید کی، کاپی نسبتاً نرمی سے میرے سر پر ماری اور بولیں ’’بہت بڑی ہو گئی ہو، طرم خان بن گئی ہو، اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنے لگی ہو۔ اپنی حد میں رہا کرو‘‘ (میں بزم ادب سوسائٹی کی صدر بھی تھی) میری آنکھوں میں آنسو آئے بھی اور شاید ٹپکے بھی اس بات پر نہیں کہ ٹیچر نے پٹائی کی بلکہ اس بات پر ساری کلاس سر نکال نکال کر میری بے عزتی ملاحظہ کر رہی تھی۔ آہ! بہت برا وقت تھا وہ (اب یاد آتا ہے تو زخموں سے پھول برستے دکھائی دیتے ہیں اور کہکشاؤں میں ستارے ہنستے ہیں۔ کاش! یہ وقت دوبارہ آجائے) بہرحال میں آنسو پیتی ہوئی کاپی لے کر واپس آئی۔ کلاس فیلوز نے خوب ہنسی اڑائی، مذاق کیا کچھ نے تو کاپی بھی چھیننے کی کوشش کی کہ ہمیں بھی بتاؤ! میں نے کاپی بیگ میں ڈالی اور سارا دن اپنے بینچ سے نہیں اٹھی دل بہت دکھی تھا ڈیڑھ بجے چھٹی ہوئی۔سکول سے گھر کا رستہ پیدل تھا بڑی مشکل سے کٹا، جب تک کاپی خود کھول کر نہ دیکھتی امی کو کیا بتاتی اس لیے کھانا وغیرہ کھا کر بستہ کھول کر بیٹھی اور کاپی کھولی تو حیران رہ گئی خوشی کے مارے جذبات بے قابو ہو گئے۔ ٹیچر کے ریمارکس اتنے خوبصورت تھے کہ اب تک نہیں بھولے۔

’’بہت خوبصورت تحریر ہے انداز بیان بہت شاندار ہے اخباروں میں لکھ سکتی ہو مگر کوشش کرو کہ آپ کی تحریر میں مذہبی اور سیاسی واقعات نہ آئیں‘‘

تضاد تو بہت کھلا تھا مگر میری ذات کے لیے بہت بڑی کامیابی تھی۔ پھر اس کے بعد میں نے بڑی باقاعدگی کے ساتھ جنگ اور نوائے وقت میں لکھا فیڈرل کے ایک محکمہ میں جس دن میرا جاب کا انٹرویو تھا شومئی قسمت سے اس دن کے جنگ اخبار میں خانگی مسائل پر میرا ایک بڑا مضمون شائع ہوا تھا سارا انٹرویو اسی مضمون پر تھا ڈائریکٹر جنرل نے کہا کہ ہم آپ جیسے ذہین لوگوں کو ضائع نہیں ہونے دیں گے۔

یادوں کا ذکر چل رہا ہے تو ایک اور دلچسپ بات یاد آ گئی۔ ایک دفعہ حضرت چھوٹی آپا جان لجنہ راولپنڈی کے دورے پر بیت الحمد مری روڈ راولپنڈی تشریف لائیں لجنہ سے خطاب کیا میں نے ایسے ہی جنگ اخبار میں خواتین کے صفحے میں ایک مضمون بھیج دیا جو یوں شروع ہوتا تھا۔

’’چھوٹی آپا جان ہماری عورتوں کی تنظیم کی سربراہ ہیں وہ دورے پر تشریف لائیں اور مختلف تربیتی مسائل اور ان کا حل بتایا۔۔۔ وغیرہ

محترم دین محمد شاہد مرحوم اس وقت راولپنڈی میں مربی سلسلہ تھے اس سال جب میرا نکاح ہوا تو مربی صاحب نے میرے خطبہ نکاح میں بتایا کہ اخبار میں یہ مضمون پڑھ کر سوچتا رہا کہ یقیناً یہ بچی احمدی ہے پھر پتہ کروایا تو پتہ چلا کہ یہ ہی بچی ہے جس کے نکاح کا آج میں اعلان کرنے لگا ہوں۔۔۔

1974ء کے مشکل دور میں مذہبی تعصب کا شکار لوگوں کے چہرے بھی دیکھے، منافقت بھی دیکھی، ایسے فرشتہ صفت لوگ بھی دیکھے جنہوں نے مخالفوں کے مقابل پر بھرپور ساتھ دیا، اب تو زمانہ قحط الرجال کی وبا کا شکار ہے ایسے اچھے لوگ کم ہی دکھائی دیتے ہیں۔

ہاں لیکن ابھی امید باقی ہے۔ انہی سے قطرات محبت ٹپکیں گے۔

اپنی کچھ یادوں کو تو میں نے آپ کے سامنے رکھ دیا ایک ایسی بات بھی تحریر کرنا چاہتی ہوں جو یقیناً آپ کے لیے بھی خوشکن ہو گی۔

1974ء میں ہمارے گھر سے 5 یا چھ گھر چھوڑ کر ایک فیملی رہتی تھی۔ جن کے والد صاحب کسی محکمے میں سیکشن آفیسر تھے ان کا بڑا بیٹا عارف میرے بڑے بھائی جان نعیم کے کلاس فیلو تھے۔ مخالفت میں بڑے پیش پیش تھے۔ کئی سال وہیں رہے پھر شادیاں ہوگئی ہونگی۔سب کچھ بکھر جاتا ہے وقت کے ساتھ ساتھ۔ کچھ مہینے پہلے عارف کے ایک کزن سے بھائی جان کی ملاقات ہوئی اور پتہ چلا کہ عارف صاحب دس پندرہ سال پہلے اپنی پوری فیملی سمیت جماعت احمدیہ میں شامل ہو چکے ہیں اور بیرون ملک مقیم ہیں۔ ان کی بڑی خوش نصیبی کہ ہدایت کے نور کو کشید کر لیا اور نسلوں کی رہنمائی مقدر کر لی۔

یہ ضرور ہے کہ یادوں کی جگالی انسان کو تازہ دم کر دیتی ہے۔

باقی یادیں ان شاء اللہ اگلی نشست میں۔

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

م م محمود

سو سال قبل کا الفضل

4/ستمبر 1922ء یومِ دو شنبہ (سوموار)

مطابق 11 محرم الحرام 1341 ہجری

صفحہ اول و دوم پر ایک مفصل رپورٹ شائع ہوئی ہے جس میں حضرت مصلح موعودؓ کے ماہ اگست میں ارشاد فرمودہ درس القرآن کا ذکر ہے۔ ابتداءً چند روز حضورؓ ظہر تا مغرب درس ارشاد فرماتے رہے۔ بعد ازاں صبح ساڑھے چھ تا گیارہ بارہ بجے تک کا وقت درس کے لیے کر دیا گیا۔ جبکہ آخری ایام میں دو وقت یہ درس ہوتا رہا۔ اخبار لکھتا ہے کہ ’’گرمی کے ایسے سخت اور تکلیف دہ موسم میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے باوجود صحت کی کمزوری کے جس قدر محنت اور مشقت برداشت فرمائی ہے اسے دیکھتے ہوئے ہماری تو عقلیں حیران ہیں۔ اکتیس دن متواتر آٹھ نو گھنٹے روزانہ تین چار سو کے مجمع میں اتنی بلند آواز سے درس دینا کہ ہر ایک بخوبی سن سکے کوئی معمولی بات نہیں۔ خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہی تھا جو حضور کے شاملِ حال رہا... درس سننے والے سننے کے بعد چُور ہو کر اٹھتے۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ روزانہ وقت کے ختم ہو جانے یا دوستوں کی خاطر کہ انہیں بیٹھنے میں تکلیف نہ ہو درس ختم کرتے تھے۔ اور کوئی ایک موقع بھی ایسا نہ آیا کہ حضور نے اپنی تھکاوٹ اور تکان کی وجہ سے درس دینا ختم کیا ہو۔ صبح کے وقت سوا نو بجے 15منٹ کی چھٹی دی جاتی تھی تا کہ احباب چل پھر لیں اور کچھ کھا پی لیں۔ اس وقفہ میں حضرت خلیفۃ المسیح بعض دفعہ تو مسجد میں ہی بیٹھے رہتے اور کبھی گھر بھی تشریف لے جاتے لیکن مقررہ وقت پر واپس تشریف لے آتے۔‘‘

ان ایام میں شاملین کے دو معیار بنا کر روزانہ گزشتہ روز کے درس کا امتحان بھی لیا جاتا رہا۔ اس امتحان کا نتیجہ یوں رہا۔ اول: حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ، دوم: پروفیسر عبداللطیف صاحب ایم اے، سوم: مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے (مولانا عبدالرحیم درد صاحب)۔ اس درس کو قلمبند کرنے کے لیے آٹھ دس آدمی مقرر کیے گئے۔ آخری روز 31 اگست کو حضورؓ نے سورہ توبہ پر درس کے ختم کرنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ لہٰذا صبح سے 12 بجے تک اور بعد از نمازِ ظہر تا عصر اور پھر عصر کے بعد بھی حضورؓ نے درس ارشاد فرمایا۔ درس کے اختتام پر حضورؓ نے مختصر خطاب بھی فرمایا اور بڑے الحاح کے ساتھ دعا کروائی جو مغرب کے وقت ختم ہوئی۔ دوسرے روز یعنی یکم ستمبر کو حضورؓ نے تمام بیرونی شاملین اور بعض مقامی احباب کی دعوت فرمائی۔

صفحہ نمبر 2 پر مدراس ہائیکورٹ کے ایک فیصلہ کا ذکر ہے جس میں مالابار کی ایک احمدی خاتون کا نکاح غیر از جماعت نے دوسری جگہ پڑھا دیا تھا۔ اس کیس کی پیروی حضرت چودھری ظفر اللہ خان صاحبؓ نے کی تھی۔ اس فیصلہ میں کہا گیا کہ ’’احمدی بھی مسلمان ہیں کیونکہ وہ بھی حضرت محمد ﷺ کی رسالت اور خدا تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھتے ہیں۔ فاضل ججوں نے کہا کہ احمدی اسلام کا ایک اصلاح شدہ فرقہ ہے۔ وہ قرآنِ کریم کو اپنی الہامی کتاب مانتے ہیں اور یہ کہنا ناجائز ہے کہ وہ مرتدین عن الاسلام ہیں۔‘‘

صفحہ نمبر 3 و 4 پر ’’مسئلہ توجہ‘‘ کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات درج ہیں جو حضورؓ نے ایک مجلس میں بیان فرمائے تھے۔ آپؓ نے فرمایا ’’خدا تعالیٰ کی توجہ کے حصول کا اصل وقت نماز ہی ہے۔ کیونکہ یوں مراقبہ کرنے پر تو صرف یہ ہوتا ہے۔۔۔۔۔ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ ڈالتا ہے۔ مگر نماز میں ایسی حالت ہوتی ہے کہ انسان خدا کی طرف توجہ کرتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی سمجھتا ہے کہ خدا اس کے سامنے موجود ہے اور اس کی طرف دیکھ رہا ہے اور جب وہ جس کی طرف توجہ کی جائے، سامنے ہو تو زیادہ اثر ہوتا ہے۔‘‘

صفحہ نمبر 5 و 6 پر حضرت مصلح موعودؓ کا خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 22 اگست 1922ء درج ہے۔

مذکورہ اخبار کے مفصل ملاحظہ کے لیے درج ذیل لنک ملاحظہ فرمائیں۔

https://www.alislam.org/alfazl/rabwah/A19220903.pdf

فقہی کارنر

شراب اور جوئے کی حُرمت

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

قرآن شریف نے شراب کو جو اُم الخبائث ہے قطعاً حرام کر دیا ہے اور یہ فخر خاص قرآن شریف کو ہی حاصل ہے کہ ایسی خبیث چیز جس کی خباثت پر آج کل تمام یورپ کے لوگ فریاد کر اُٹھے ہیں وہ قرآن شریف نے قطعاً حرام کر دی اور ایسا ہی قمار بازی کو قطعاً حرام کیا۔

(چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 267)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

ایک سبق آموز بات

خدمت خلق کے اصول

حضرت مصلح موعودؓ نے 27 دسمبر 1955ء کو فرمایا:

یہ ضروری نہیں کہ طوفان اور سیلاب ہی آئیں تو پھر تم خدمت کرو۔ مومن کو تو ہمیشہ یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان مصائب سے دنیا کو بچائے رکھے لیکن خدمت خلق کے مواقع ہر وقت میسر آ سکتے ہیں مثلاً بیماروں کو دوائی لا کر دینا۔ غریبوں، محتاجوں، بیواؤں کی مدد کرنا۔ یہ سب کام ایسے ہیں جو تم ہر وقت کر سکتے ہو اور یہ کام تمہارے پروگرام کا مستقل حصہ ہونے چاہئیں۔

(مشعل راہ جلد اول صفحہ 742)

ذیشان محمود۔ مربی سلسلہ سیرالیون

طلوع وغروب آفتاب

3/ستمبر 2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:47	18:35
مدینہ منورہ	04:44	18:38
قادیان	04:41	18:50
ربوہ	04:21	18:30
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:49	19:45